تقدیر برحق ہے

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ

تالیف: مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی

باہتمام: حضرت علامہ سید محمد ولی قادری مدظلہ العالی

عطاری پبلشرز

کمرہ نمبر 501 پانچویں منزل، جیلانی ٹاور، نزد مصری دیوہ روڈ، کھارادر کراچی

Phone: 2446818 Mobile: 0300-8271889

E-mail: karwaneattari@hotmail.com

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ کو اس کائنات کے پیدا کرنے سے پہلے اس کا علم تھا اللہ تعالیٰ کے اس علم سابق کو تقدیر کہتے ہیں۔

وہی لوح محفوظ نوشتہ ہے، جسے لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم اس نوشتہ پر مجبور ہیں تو پھر سزا و جزا کیسی۔انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں لکھا کہ بندے لازماً اسے نوشتہ کے مطابق کریں بلکہ اپنے علم محیط سے خبر دی کہ وہ اپنے ارادہ واختیار سے یونہیں کرینگے۔ اسے بلاتمثیل یوں سمجھیں کہ ہم ایک بچے کی چال ڈھال طرز وطریق اور اس کی رفتار وگفتار سے سمجھتے ہیں کہ یہ ایسے ہوگا ویسے ہوگا اور ویسے ہی ہوا لیکن ہمارا یہ اندازہ ہوتا ہے اور ہمارا اندازہ غلط بھی ہوسکتا ہے۔ اسکے برخلاف اللہ تعالیٰ کا علم کامل اور صحیح ہے اس لئے اس کے اندازہ میں کسی غلطی کا کوئی امکان نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کیا اور اسے اس کائنات کی تمام حقیقتوں کا پیدا کرنے سے پہلے علم تھا کہ بعد میں پیدا ہونے والی یہ تمام مخلوق کس نہج پر کام کرے گی کتنا عرصہ کام کریگی اور اس کے کئے ہوئے کاموں میں سے کتنے کام قابل ستائش ہوں گے اور کتنے لائق مذمت۔ اللہ تعالیٰ کے اسی ازلی علم کا نام تقدیر ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ ایک انجینئر ڈیم بنانے سے پہلے اس کی تمام تفصیلات پر غور کرتا ہے اس میں استعمال ہونے والے میٹریل اور اس کی صلاحیت کا جائزہ لیتا ہے اور ڈیم بنانے سے پہلے اس کا ایک تفصیلی نقشہ تیار کرتا ہے پھر اس کی صلاحیت کا جائزہ لیتا ہے پھر اسکو بنانے سے پہلے اس کے میٹریل کی استعداد اور اس کی کارکردگی کی عمر کا اندازہ کرکے پیش گوئی کردیتا ہے کہ مثلاً یہ ڈیم سوسال تک کارآمد رہ سکتا ہے لیکن انجینئر کا علم چونکہ ناقص ہوتا ہے اسی لئے وہ غلط بھی ہوسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کیلئے ایسا تصور 'توبہ توبہ' پھر ہم مسلمان ہیں ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں جو جس طرح چاہے اپنی ملکیت میں تصرف فرمائے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کے افعال معلّل بالاغراض نہیں ہوتے، اس مسئلہ میں عقل اور قیاس کی گنجائش نہیں ہے اور صرف کتاب اور سنت کی تصریحات پر توقف کرنا لازم ہے اور جو شخص اس سے عدول کرے گا وہ گمراہ ہوگا اور دریائے حیرت میں غرق ہوگا، اس کے نفس کو شفاء حاصل نہیں ہوگی اور نہ اس کا قلب مطمئن ہوگا، کیونکہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ علم کسی کو نہیں دیا' ہاں انبیاء واولیاء علیٰ نبینا وعلیہم السلام کی بات اور ہے۔ فقیر تقدیر کے متعلق یہ اوراق اہل اسلام کی نذر گزارتا ہے۔ ان کیلئے مشعل راہ ہدایت وفقیر اور ناشر کیلئے توشۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الکریم الامین و آلہٖ و اصحابہ اجمعین

الفقیر القادری ابوالصالح

محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ امام الانبیاء والمرسلین

وعلیٰ آلہٖ الطیبین واصحابہ الطاہرین واولیاء امۃ الکاملین وعلماء ملتہ الراسخین

اما بعد! ہر دَور میں بالخصوص ہمارے زمانے میں عوام تو اپنی جہالت و لاعلمی کی وجہ سے تقدیر کے بارے میں دل میں خاصی اُلجھن رکھتے ہیں لیکن ان کے ساتھ جب پڑھے لکھے لوگ بھی تقدیر کے متعلق طرح طرح کے خدشات پیدا کرتے ہیں تو عوام اور پڑھے لکھے تعلیمی یافتہ ہر دونوں تقدیر کا انکار کر بیٹھتے ہیں یا کم از کم شکوک وشبہات میں گرفتار ضرور ہوتے ہیں پھر اس مسئلہ میں منکرین تقدیر دہریئے کمیونسٹ قسم کے لوگ جلتی پر آگ ڈالنے کا کام کر جاتے ہیں جس سے عوام مسلمان اور انگریزی تعلیم، یا اسکے ماحول میں زندگی بسر کرنے والے تقریباً تقدیر کے انکار کا مظاہرہ کرتے ہیں یا کم از کم منکرین تقدیر کے ہمنوا ضرور ہو جاتے ہیں فقیر اویسی غفرلہ کا ارادہ ہوا کہ اس مسئلہ کو عقلی اور نقلی دلائل سے ایسے صاف وشفاف طریقہ سے لکھوں جس سے اہل اسلام کا ایمان تازہ بلکہ مستحکم اور مضبوط اور منکرین تقدیر کو انکار کی گنجائش نہ ہو۔ (بیدہ التوفیق)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الکریم الامین وآلہٖ واصحابہ اجمعین

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری ابوالصالح

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۴ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ بروز جمعۃ المبارک بعد اذان الفجر

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ

تقدیر کا مسئلہ سمجھنے سے پہلے اسلاف صالحین رحمہم اللہ کے نصائح و پند کے علاوہ عقیدۂ تقدیر اور منکرین تقدیر کی غلط فہمی اور تقدیر کا لغوی معنی اور اس کا شرعی مفہوم قضاء و قدر کا لغوی و شرعی معنی اور اس کے بارے میں مذاہب عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں تا کہ مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

☆ حضرت امام اسماعیل حقی حنفی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ تقدیر ایک پوشیدہ راز ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ سعادت مندی کے آثار سعادت مندوں کے اقرار اور بدبختی کے آثار بدبختوں کے انکار سے ظاہر ہوتے ہیں۔ تقدیر سے انکار کرنے کی مثال بیج جیسی ہے جو زمین میں پوشیدہ ہوتا ہے کہ اس کا اظہار شجر کی وجہ سے ہوگا کیونکہ وہ شجرہ میں مستور ہے۔ اب درخت سے خارج ہو کر ٹہنیوں میں جاگزیں ہے لیکن ہے پوشیدہ۔ یہاں تک کہ ٹہنیوں سے خارج ہو کر ثمرہ کی شکل میں آجاتا ہے لیکن اب بھی مخفی ہے۔ یہاں تک کہ ثمرہ سے ظاہر ہوگیا اور بیج کے ظہور کا خاتمہ ہوگیا ثمرہ کی وجہ سے۔ اسی طرح تقدیر کا راز ہے اور یہ بھی سعادت و شقاوت کا بیج ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں پوشیدہ ہے یہاں تک کہ انسان کے وجود کے شجرہ سے ظاہر ہوا۔ پھر اس انسانی شجرہ میں وہی سعادت و شقاوت پوشیدہ رہی۔ پھر اس کا ظہور اخلاق کی ٹہنیوں سے ہوا لیکن وہی بیج اب بھی ان ٹہنیوں میں پوشیدہ ہے۔ اب وہ اعمال کے ثمرہ میں ظاہر ہونے لگی یعنی اقرار و انکار اور ایمان و کفر۔ اب جبکہ ان کا ظہور ہوگیا تو تقدیر کے راز پر مہر لگ گئی اور وہی یعنی سعادت و شقاوت ثمرہ ایمان و کفر سے ظاہر ہوئی۔ پس تقدیر کا راز سعادت و شقاوت کی مہر لگانے سے ظاہر ہوگا۔ پس جن لوگوں کے دِلوں پر کفر کی مہر لگائی اگرچہ اس مہر کے نقش احکام ازلیہ اور تقدیر کے راز سے ہیں یہاں تک کہ وصال کی دولت سے محروم ہوگئے۔ اس سے ان کے کانوں پر مہر لگائی کہ اب وہ مالکِ ذوالجلال کے خطاب کو نہیں سن سکتے اور ان کی آنکھوں پر اندھاپن اور گمراہی کے پردے ہیں کہ اب وہ اس جلال و کمال کو نہیں دیکھ سکتے۔ (روح البیان، پ ا تحت آیت ختم اللہ فی قلوبہم)

☆ حضرت حافظ علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ العزیز نے فرمایا، کسی چیز کا علم، ارادہ اور قول کے مطابق موجود ہونا تقدیر ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا قدر سے مراد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ علماء نے بیان کیا ہے کہ ازل میں حکم کلی اجمالی قضاء ہے اور اس حکم کی تفصیلات اور جزئیات قدر ہیں۔ علامہ سمعانی نے کہا اس کو جاننے میں عقل اور قیاس کا دخل نہیں ہے اس کا جاننا صرف کتاب اور سنت پر موقوف ہے جو شخص کتاب و سنت کے بغیر تقدیر کو جاننا چاہے گا وہ یا گمراہ ہو جائیگا یا دریائے حیرت میں غرق ہوگا کیونکہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک سر ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اس کا علم کسی بھی عاقل کو ہے نہ ملک مقرب کو۔ ایک قول یہ ہے کہ جنت میں دخول کے بعد تقدیر کا علم منکشف ہو جائے گا اس سے پہلے نہیں ہوگا۔ (فتح الباری شرح البخاری، ج ۱ ص ۴۷۷)

عقیدۂ تقدیر

اسلام میں تقدیر کا عقیدہ فرض ہے اس کا منکر کافر مرتد اور خارج از اسلام ہے۔ والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ یعنی تقدیر حق ہے ہر خیر و شر اللہ تعالیٰ سے ہی ہے۔ اس کیلئے دلائل کی ضرورت نہیں کیونکہ اسلام کا یہ مسلّم عقیدہ ہے۔ چند نقلی دلائل آخر میں عرض کئے جائیں گے۔ (ان شاءاللہ تعالیٰ)

سوال...... دورِ حاضرہ میں منکرین تقدیر کی طرف سے عام مشہور اعتراض ہے کہ قرآن میں جس آیۃ کے معنی اے محمد ان اشخاص کو زیادہ ہدایت مت کروان کیلئے اسلام کے واسطے مشیت ازلی نہیں ہے یہ مسلمان نہ ہونگے اور ہر امر کے ثبوت میں اکثر آیاتِ قرآنی موجود ہیں۔ تو پس کیونکر خلافِ مشیت پروردگار کوئی امر ظہور پذیر ہوسکتا ہے کیونکہ مشیت کے معنی ارادۂ پروردگارِ عالم کے ہیں تو جب کسی کام کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے کیا تو بندہ اس کے خلاف کیونکر کرسکتا تھا اور اللہ نے جب قبل پیدائش کسی بشر کے ارادہ اس کے کافر رکھنے کا کرلیا تھا تو اب وہ مسلمان کیونکر ہوسکتا ہے یہدی من یشاء کے صاف یہ معنی ہیں کہ جس امر کی طرف اس کی خواہش ہوگی وہ ہوگا۔ پس انسان مجبور ہے اس سے باز پرس کیونکر ہوسکتی ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا کیونکہ جس وقت اس کو ہدایت از جانب باری عزاسمہ ہوگی فوراً وہ اختیار کرے گا علم اور ارادہ میں بین فرق ہے یہاں من یشاء سے اس کی خواہش ظاہر ہوتی ہے پھر انسان باز پرس میں کیوں لایا جائے۔ معلوم ہوا کہ جب اللہ پاک کسی بشر کو اہلِ جناں سے کرنا چاہتا ہے تو اس کو ایسی ہی ہدایت ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس سوال کا تفصیلی جواب آئندہ اوراق میں پڑھیے۔

تقدیر کا لغوی معنیٰ

اصطلاحی معنیٰ سمجھنے کیلئے ضروری ہوتا ہے پہلے لغوی معنیٰ ذہن نشین ہو اس سے اصطلاحی معانی سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن منظور 'لسان العرب' میں لکھتے ہیں کہ تقدیر کے کئی معانی ہیں:۔

(۱) کسی چیز کو بنانے میں غور وفکر کرنا (۲) ایک چیز کو نشانیوں سے دوسری چیز کے مطابق کرنا (۳) کسی چیز کی نیت کرنا، کسی چیز کا عزم بالجزم کرنا (٤) کسی چیز کے متعلق غور وفکر کرنا، قیاس اور اندازہ کرنا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، ایک کم سن لڑکی کے متعلق قدر (اندازہ) کرو۔ شمر نے کہا تقدیر کے معنیٰ ہیں بنانا' طاقت رکھنا' مالک ہونا اور کسی چیز کا وقت مقرر کرنا۔ ابو عبیدہ نے کہا اس کا معنیٰ ہے کسی چیز کا مرتبہ۔ نیز تقدیر کا معنیٰ ہے تنگی کرنا۔ قرآن مجید میں ہے، حضرت یونس علیہ السلام جب (اپنی قوم سے) ناراض ہو کر (اللہ تعالیٰ سے اجازت لئے بغیر) چلے گئے تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے' اس آیت میں نقدر تنگی کے معنیٰ میں ہے اور جس نے اس کو قدرت کے معنیٰ میں لیا یعنی حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر قدرت نہیں پائیں گے' وہ کافر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق قادر نہ ہونے کا گمان کرنا کفر ہے اور حضرت یونس علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں اور ان کا اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ گمان کرنا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا اس آیت میں لفظ کو قدرت کے معنیٰ میں لینا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق قادر نہ ہونے کا گمان کرنا کفر ہے۔ (لسان العرب)

لطیفہ...... دیوبندیوں وغیرہ نے یونس علیہ السلام کے اس مضمون کا وہ ترجمہ لکھا جسے لسان العرب میں کفر لکھا۔ چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم ان پر (اس چلے جانے میں) کوئی دارو گیر نہ کرینگے اور مولوی محمود الحسن دیوبندی نے لکھا کہ پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اگرچہ اشرف علی تھانوی نے گول مول لکھا لیکن محمود الحسن دیوبندی نے صاف لکھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اسی ترجمہ کو لسان العرب میں کفر لکھا...... واہ! امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز' آپ نے اس کا ایسا نفیس ترجمہ لکھا کہ نہ صرف بے غبار ہے بلکہ نفیس ترین ہے چنانچہ آپ نے لکھا، گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔ (کنز الایمان)

انتباہ...... اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ترجمہ کی نفاست اور دیوبندیوں کے ترجمہ کی غلاظت کا کوئی اعتراف نہیں کرتا تو اس کے ایمان و اسلام کے دعویٰ پر صد حیف اور ہزار افسوس۔

فائدہ...... اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے علاوہ اکثر تراجم بدعقیدہ والوں نے مذکورہ بالا دو مترجمین (تھانوی اور محمود الحسن دیوبندی) نے لکھا چنانچہ مودودی نے بھی تفہیم القرآن میں اسی آیت کا یہی معنیٰ لکھا، سمجھا تھا کہ ہم اس پر گرفت نہ کرینگے۔ مزید تفصیل فقیر کی تصنیف جانِ ایمان ترجمہ کنز الایمان میں دیکھئے۔

قضاء و قدر کا لغوی معنیٰ

قرآن واحادیث میں تقدیر کے بجائے قضاوقدر کے الفاظ زیادہ مستعمل ہوئے ہیں اسی لئے ان دونوں کی لغوی تحقیق ملاحظہ ہو۔
قضاء کے معنی ہیں حکم' اللہ تعالیٰ کی قضاء یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم اور قدر کے معنی ہیں اندازہ' اللہ تعالیٰ کی قدر، کسی چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ کا پیشگی اندازہ جو اللہ تعالیٰ کے علم ازلی سے عبارت ہے اور اس کے اندازے میں غلطی اور اس کے علم میں تغیر اور تبدل محال ہے۔

علامہ ابن منظور نے لسان العرب میں لکھا: ﴿ترجمہ﴾ قدر کا معنی ہے جس قضا کی توفیق دی گئی، کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز کو مقدر کر دیا اور جب ایک چیز کسی چیز کے موافق ہو تو ہم کہتے ہو اس کی تقدیر ہو گئی۔ ابن سیّدہ نے کہا قَدْر اور قَدَر کا معنی ہے قضاء اور حکم، یہ وہ چیزیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ان کا اندازہ کیا ہے۔ اور حضرت سیّد علامہ مرتضیٰ حسین زبیدی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تاج العروس میں لکھتے ہیں، علامہ ازہری نے لیث سے نقل کیا ہے کہ اَلقَدر کا معنی ہے القضاء اور الحکم، اس کا معنی ہے، اللہ تعالیٰ جو قضاء مقدر کرتا ہے اور جن چیزوں کا حکم دیتا ہے، نیز قدر کا معنی ہے کسی چیز کا مبلغ کو پہنچنا۔ مثلاً مقدار اور قدر کا معنی ہے طاقت اور منکر تقدیر کو قدریہ کہتے ہیں۔ اہلسنّت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ انسانوں میں سے کون ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس علم سابق کو ثبت کر دیا اور لکھ دیا' اسی کو تقدیر کہتے ہیں۔ قدر کا معنی تنگی بھی ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق جو قرآن مجید میں فظن ان لن نقدر علیه (پ۱۷۔الانبیاء) اس کا معنی ہے، انہوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر ہرگز تنگی نہیں کریں گے' اس آیت میں نقدر کو قدرت سے تعبیر کرنا کفر ہے۔

فائدہ...... یونس علیہ السلام کے متعلق تبصرہ مذکورہ ہو چکا ہے۔

تقدیر کی تعریف شرعی

لغوی معنی سمجھنے کے بعد اب تقدیر کا شرعی معنی ملاحظہ ہو۔

علامہ تفتازانی تقدیر کا شرعی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ﴿ترجمہ﴾ ہر مخلوق کی اس کے حسن، قبح، نفع، ضرر، اس کے زمانہ (مدتِ حیات) اس کے رہنے کی جگہ اور اس کے ثواب اور عذاب کی مقرر کردہ حد کا نام اس کی تقدیر ہے۔ (شرح عقائد، تفتازانی)

فائدہ......علامہ میر سید شریف نے بھی تقدیر کی یہی تعریف کی ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب التعریفات۔

حضرت علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

سوال......تقدیر کو ماننے سے یہ لازم آئیگا کہ کافر اپنے کفر میں اور فاسق اپنے فسق میں مجبور ہو پھر ان کو ایمان اور اطاعت کے ساتھ مکلف کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

جواب......اللہ تعالیٰ نے ان کے اختیار سے ان کے کفر اور فسق کا ارادہ کیا۔ لہٰذا یہ جبر نہیں ہے اور کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ اپنے اختیار سے کفر اور فسق کریں گے اس لئے محال کا مکلف کرنا لازم نہیں آیا۔ (شرح عقائد للنسفی)

اس سوال کے جوابات تفصیلیہ آئندہ اوراق میں آئیں گے۔ (اِن شاءَ اللہ تعالیٰ)

قضاء و قدر کا شرعی معنیٰ

حضرت علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قضا کا معنی لکھتے ہیں، قضا مضبوط کام کو کہتے ہیں۔ (شرح عقائد)

علامہ خیالی لکھتے ہیں، قضاء کی فعل کے ساتھ تعبیر کرنے کی تائید اس آیت میں ہے: (ترجمہ) تو انہیں مکمل سات آسمان بنا دیا۔ (حٰمٓ السجدۃ :۱۲) لہٰذا قضاء صفات فعلیہ میں سے ہے اور شرح المواقف میں ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے اشیاء کا جیسی وہ ہیں ارادہ کیا تھا اس ارادہ کا نام ہے۔ (حاشیہ خیالی علیٰ شرح العقائد)

ازالۂ وہم......بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ قضا اور قدر کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے علم اور اپنے حکم کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کر دیا ہے حالانکہ اس طرح معاملہ نہیں ہے۔ تقدیر کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علمِ ازلی سے پہلے ہی یہ خبر دیدی ہے کہ بندہ اپنے اختیار اور ارادہ سے کیا کام کریگا اور اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے خیر و شر میں سے پیدا کیا یعنی خلق اللہ تعالیٰ کا کام کسب بندے کا کام۔ (تفصیل آئے گی اِن شاءَ اللہ تعالیٰ)

حضرت علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ قضا کے تین معنی ہیں، ایک لغوی معنی ہے یعنی حکم اور فعل، دوسرا معنی اشاعرہ کی اصطلاح ہے یعنی اشیاء، جس طرح نفس الامر اور واقع میں ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جو ارادہ ازل میں متعلق تھا، اس کا خلاصہ ہے ارادہ ازلیہ، تیسرا معنی فلاسفہ کی اصطلاح ہے یعنی موجودات جس طرح احسن نظام اور اکمل انتظام پر ہیں ان کا ازل میں اللہ تعالیٰ کو جو علم تھا وہ قضاء ہے اور یہی علم تمام موجودات کیلئے مبداء فیضان ہے، اس علم کو حکماء تمام اشیاء کے وجود اجمالی، وجود ظلی، لوح محفوظ اور جوہر عقلی سے بھی تعبیر کرتے ہیں، محقق طوسی نے اشارات میں لکھا ہے عالم عقلی میں تمام موجودات کا بہ طور تخلیق مجتمع ہونا قضاء ہے اور تمام موجودات کا خارج میں اپنے اپنے مواقع پر تفصیلاً ایک کے بعد دوسرے کا واقع ہونا قدر ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

و ان من شئٍ الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم (پ۱۴۔حجر:۲۱)

اور ہر چیز ہمارے خزانوں میں ہے (یعنی ہم کو اس کا علم ہے) اور ہم ہر چیز کو ایک معلوم اور معین اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں (یعنی اپنے علم اجمالی کے مطابق ہر چیز کو اپنے وقت پر تفصیلی وجود میں لاتے ہیں)۔

فائدہ...... حضرت علامہ تفتازانی نے بھی تلویح میں لکھا ہے کہ حکماء وجود مخلوقات کو قضاء سے تعبیر کرتے ہیں۔

ازالۂ وہم ...... اللہ تعالیٰ کو ازل میں تمام ممکنات کا جو علم تھا اس کو علم اجمالی اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ ذاتِ واحد ممکنات کیلئے مبداء انکشاف ہے، علم اجمالی سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ اس کا کشف ناقص ہے بلکہ اس کا کشف تام اور محیط ہے۔ اس کی تفصیل آئے گی (اِن شاءَ اللہ تعالیٰ)

حضرت فاضل عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے، علامہ تفتازانی نے تلویح میں لکھا ہے کہ تحقیق ہے کہ قضا کا معنی حکم اور فعل ہے، حکم کے معنی میں یہ آیت ہے: اور آپ کے ربّ نے حکم فرمایا کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ (اسراء:۲۳) اور فعل کے معنی یہ آیت ہے: تو انہیں مکمل سات آسمان بنا دیا۔ (حٰمٓ السجدۃ:۱۲)

فائدہ...... علامہ تفتازانی قضاء و قدر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں، فلاسفہ نے کہا ہے کہ تمام موجودات کلیہ اور جزئیہ کی تمام صورت تخلیق اول سے عالم عقلی میں معقول تھیں اور جود الٰہی کا یہ تقاضا ہوا کہ ان تمام صورتوں کو حکمت کے ساتھ اپنے اپنے زمانے میں قوت سے فعل کی طرف لایا جائے اور خارج میں موجود کیا جائے۔ پس تمام موجودات کا عالم عقلی میں اجماعاً اور ایجاداً وجود قضاء ہے اور ان تمام موجودات کا خارج اور واقع میں تفصیلاً یکے بعد دیگرے واقع ہونا قدر ہے۔ نیز حکماء نے کہا کہ شر قضاء الٰہی میں بالتبع داخل ہے کیونکہ بعض چیزیں محض خیر ہیں جیسے افلاک اور فرشتے اور بعض چیزوں میں شر ہے لیکن ان پر خیر غالب ہے جیسے اس جہان کی چیزیں مثلاً مرض شر ہے لیکن صحت خیر ہے اور مرض سے زیادہ ہے یا مثلاً بارش کی وجہ سے بعض چیزوں کو نقصان پہنچتا ہے لیکن اس کی خیر غالب ہے اور حکیم شر قلیل کی وجہ سے خیر کثیر کو ترک نہیں کرتا۔ (شرح عقائد تفتازانی)

تقدیر کے متعلق مذاہب

(۱) اہلسنّت...... ازل میں اللہ سبحانہ نے اشیاء کو مقدر کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ جان لیا کہ یہ اشیاء ان اوقات میں اس طرح واقع ہونگی جن کا اللہ سبحانہ کو علم ہے تو یہ اشیاء ان اوقات میں ان صفات کے مطابق واقع ہوتی ہیں جن کا اللہ سبحانہ کو ازل میں علم تھا۔ اس کی تفصیل و تحقیق کیلئے رسالہ ھٰذا تصنیف ہوا۔

(۲) قدریہ...... یعنی منکرین تقدیر اس کا انہوں نے انکار کیا اور ان کا یہ زعم تھا کہ اللہ سبحانہ نے ان اشیاء کو پہلے مقدر نہیں کیا اور نہ پہلے اللہ تعالیٰ کو ان کا علم تھا، ان اشیاء کے واقع ہونے کے بعد اللہ سبحانہ کو ان کا علم ہوتا ہے، اس فرقہ کو قدریہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ فرقہ تقدیر کا انکار کرتا ہے۔

فائدہ...... یہ فرقہ اب ختم ہو چکا ہے لیکن آج کل ان کے عقائد کمیونسٹ اور نئی تہذیب کے تعلیم یافتہ گان کالج وغیرہ اور جہاں نے اپنائے ہوئے ہیں دانستہ یا نادانستہ ان کے عقائد کا پرچار کر رہے ہیں۔

(۳) بعض لوگ کہتے ہیں کہ خیر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور شر اس کے غیر کی جانب کرتے ہیں۔ اہل حق تمام امور کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کرتے ہیں اور تقدیر اور تمام افعال کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور قدریہ افعال کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اُمتِ ھٰذا کا مجوس کہا گیا ہے' اس کی تفصیل آگے مذکور ہوگی۔

(٤) مجوسی...... مجوس دو خدا مانتے ہیں، یزدان خالق خیر اور اہرمن خالق شر۔ اسی طرح قدریہ بھی خیر کا خالق اللہ تعالیٰ کو اور شر کا خالق اپنے آپ کو قرار دیتے ہیں۔

(٥) معتزلہ...... یہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے لیکن اہلسنّت کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور ان افعال کا فاعل بالاختیار انسان ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن ان افعال کا کاسب بالاختیار انسان خود ہے یعنی خالق الافعال اللہ تعالیٰ ہے اور ان کا کاسب انسان۔

دیوبندی معتزلہ کے نقش قدم پر

ناظرین سن کر حیران ہونگے کہ دیوبندی فرقہ معتزلہ کے نقش قدم پر کیسے ہے۔ فقیر اویسی غفرلہ نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے یہاں صرف ایک حوالہ پر اکتفا کرتا ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کا شاگرد اور مولوی غلام خان راولپنڈی کا استاد مولوی حسین علی ساکن وان بھچراں ضلع میانوالی بلغۃ الحیران صفحہ ۱۵۷ میں لکھتا ہے:۔

حاصل مقام کا یہ ہے کہ اہلسنّت و جماعت قائل ہیں کہ سب کچھ پہلے لکھا ہوا ہے اور اسی کے مطابق دنیا میں اُمور ہو رہے ہیں۔ لہٰذا اس مذہب پر اعتراضات قویہ معتزلہ کے آتے ہیں یعنی پس لازم آگیا کہ بندہ کو عذاب دینے کی وجہ کیا ہوئی گناہوں سے اور خود مختار بھی نہ رہا کیونکہ اوپر اس تقدیر کے خود مختار ہونے کا معنی نہیں معلوم ہوتا کہ کیا ہے اسی واسطے مسامرے والے نے اس کا جواب نہ دیا اور کہا کہ یہ نہایت سخت اشکال ہے اور تفسیر کبیر والے نے کہا کہ اس کے واسطے بہت حیلے کئے ہیں لیکن کوئی معتدبہ جواب نہ دیا جس سے تسلی اور یقین آجائے۔ دوسرے باری تعالیٰ اس تقدیر پر مختار رہا کیونکہ اس تقدیر پر مزید ہونے کا معنی کیا ہے بلکہ لازم آتا ہے کہ مختار نہ رہے جیسا کہ حکماء کہتے ہیں اور معتزلہ کہتے ہیں کہ پہلے ذرہ بذرہ لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ جو چاہا تھا لکھا تھا سب چیز موجود کا عالم ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کا بھی عالم ہے اور جس چیز کا بھی ارادہ بھی نہیں کیا اس کا عالم نہیں ہے کیونکہ اصل میں وہ شے بھی نہیں ہے اور انسان خود مختار ہے اچھے کام کریں یا نہ کریں اور اللہ کو اس پر کوئی شے واجب نہیں ہے تاکہ مذہب حکماء کا ثابت ہو۔ کل فی کتاب مبین۔ یہ علیحدہ جملہ ہے ماقبل کے ساتھ متعلق نہیں تاکہ یہ لازم آئے کہ تمام باتیں اوّلاً کتاب میں لکھی ہوئی ہیں جیسا کہ اہلسنّت و جماعت کا مذہب ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے تمام اعمال لکھ رہے ہیں فرشتے۔

تبصرۂ اویسی غفرلہ...... اہلسنّت کا مذہب لکھ کر اس پر معتزلہ کے اعتراضات قویہ لکھ کر اہلسنّت کے مذہب کا منہ چڑاتا ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے کوئی کہے کہ ختم نبوت کے بارے میں اہلسنّت کا یہ مذہب ہے لیکن اس پر مرزائیوں کے اعتراضات قویہ واقع ہوتے ہیں پھر مولوی حسین علی اہلسنّت کے محققین مثلاً صاحب مسامرہ اور امام فخر الدین رحمہ اللہ کو بے بس ثابت کر کے اہلسنّت کے دلائل پر خود بھی تنقید کی وغیرہ وغیرہ۔

(٦) جبریہ...... کہتے ہیں کہ بندہ کا بالکل اختیار نہیں ہوتا اور اس کی حرکات جمادات کی حرکت کی طرح ہیں اسے ان پر بالکل قدرت نہیں ہوتی اور نہ اس کا کوئی قصد اور اختیار ہوتا ہے۔

تردید...... اس مذہب کی تردید کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ ان کا یہ عقیدہ صریح البطلان ہے کیونکہ ہم کسی چیز کو قوت کیساتھ پکڑنے اور رعشہ کی حرکت میں بداہۃً فرق کرتے ہیں کہ پہلی حرکت اختیاری ہے اور دوسری اضطراری ہے اور اگر بندے کا بالکل کوئی فعل نہ ہوتا تو اس کا مکلف کرنا صحیح نہیں ہوتا اور نہ اس کے افعال پر ثواب اور عذاب کا استحقاق مرتب ہوتا اور انسان کی طرف اس کے افعال کی نسبت صحیح نہ ہوتی۔

قرآن مجید سے جبریہ مذہب کا بطلان ...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) ﴿ترجمہ﴾ تو کسی کو (وہ) آنکھوں کی ٹھنڈک معلوم نہیں جو ان کیلئے پوشدہ رکھی گئی ہے (یہ) انعام ہے ان (نیک) کاموں کے بدلہ میں جو وہ کرتے ہیں۔ (پ۲۱۔سورۂ سجدہ:۱۷)

(۲) ﴿ترجمہ﴾ بہرحال جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کیلئے رہنے کے باغات ہیں، مہمانی ہے ان (نیک) کاموں کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے۔ (پ۲۱۔سجدہ:۱۹)

(۳) ﴿ترجمہ﴾ انہیں وہی بدلہ ملے گا جو (کچھ) وہ عمل کرتے تھے۔ (پ۵۔اعراف:۱۴۷)

(٤) ﴿ترجمہ﴾ بے شک وہ (منافق) ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، یہ اس کسب کی سزا ہے جو وہ کرتے تھے۔

سوال...... بندہ کے فاعل بالاختیار ہونے کا صرف یہ معنی ہے کہ وہ قصد اور ارادہ کے ساتھ اپنے افعال کا موجد ہو اور تم یہ کہتے ہو کہ بندہ کے افعال کا اللہ تعالیٰ موجد ہے اور مقدور واحد دو مستقل قدرتوں کے تحت داخل نہیں ہوسکتا۔

جواب...... یہ بات دلیل سے ثابت ہو چکی ہے کہ خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بھی بداہت سے معلوم ہے کہ بعض افعال میں بندہ کا دخل ہوتا ہے اور بعض میں نہیں ہوتا مثلاً کسی چیز کو قوت سے پکڑنے میں اس کا دخل ہے اور رعشہ کی حرکت میں اس کا دخل نہیں ہے اس لئے یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور بندہ کاسب ہے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ بندہ کا اپنی قدرت اور ارادہ کو صرف کرنا کسب ہے اور بندہ کے ارادہ کے بعد اس پر فعل پیدا کرنا خلق ہے اور فعل کے ساتھ بندہ کی قدرت بہ حیثیت کسب متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت بہ حیثیت خلق متعلق ہے۔

سوال...... حضرت صوفیہ کرام کے افعال واقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حضرات بھی مذہب جبریہ کو ترجیح دیتے ہیں۔

جواب...... یہ عقیدۂ اہلسنّت ہیں جبریہ مذہب سے کیا تعلق۔ ہاں وہ خود اللہ تعالیٰ کے حوالے کردیتے ہیں تاکہ نفس وشیطان کی شرارتوں سے محفوظ ہوجائیں چنانچہ حضرت مولانا نظامی گنجوی نے سکندرنامہ کے مقدمہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا ؎

سپرد بہ تومایۂ خویش را　　　　تودانی حساب کم وبیش را

اس کی مزید تحقیق وتفصیل فقیر کی شرح مثنوی یعنی صدائے نوی میں پڑھئے۔

فائدہ...... اہل شرع فرماتے ہیں کہ انسان امور سماویہ امور تکوینیہ میں مجبور ہے اور احکام شرعیہ میں مختار ہے مثلاً موت اور حیات، صحت اور مرض، حوادث اور مصائب، رزق کی تنگی اور دیگر مساوی اور تکوینی امور میں انسان مجبور ہے اور ایمان اور کفر، نیک عمل اور بدعمل کرنے میں انسان مختار ہے اور انہی کے اعتبار سے انسان جزاء اور سزا کا مستحق ہوتا ہے، ہم نے تقدیر کے ثبوت میں جو قرآن مجید سے آیات پیش کی تھیں، ان کا تعلق آسمانی اور تکوینی امور سے تھا جن میں انسان مجبور ہے اور احکام شرعیہ میں انسان مختار ہے، اس کی تفصیل آئندہ اوراق میں آئے گی اِن شاءَاللہ تعالیٰ۔

﴿باب نمبر ۱﴾

اہلسنت حق مذہب ہے اس کے قرآن واحادیثِ مبارکہ میں بے شمار دلائل ہیں۔فقیر چند دلائل از آیاتِ قرآنیہ سے عرض کرتا ہے۔
جیسا کہ پہلے بار بار عرض کیا جاچکا ہے کہ اہلسنّت کا مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کا خالق ہے تو اس کے افعال کا بھی اور معتزلہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے۔آیاتِ ذیل میں اہلسنّت کی تائید اور معتزلہ وغیرہ کی تردید عرض کی جاتی ہے۔

تائید اہلسنّت و تردید معتزلہ

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

(۱) واللّٰہ خلقکم وما تعملون (پ۲۳۔الصّٰفّٰت:۹۶)

﴿ترجمہ﴾ تمہیں اور تمہارے سب کاموں کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔

سوال......ہم از خود چلنے والے اور رعشہ والے کی حرکت میں بداہۃً فرق دیکھتے ہیں کہ پہلی حرکت اختیار اور دوسری اضطراری ہے نیز اگر انسان کے افعال کا اللہ تعالیٰ خالق ہو تو انسان کو مکلّف کرنا اس کے اچھے کاموں پر مدح اور ثواب اور برے کاموں کی مذمت اور ان پر عذاب دینا باطل ہو جائے گا۔

جواب......یہ الزام جبریہ کی طرف متوجہ ہوگا جو انسان کے کسب اور اختیار کی بالکلیہ نفی کرتے ہیں اور ہم کسب اور اختیار کے قائل ہیں جیسا کہ ہم عنقریب اس کی تحقیق کریں گے۔

انسان کے افعال اختیاری ہوتے ہیں وہ اگر نیک کام کرے تو اس کو ثواب ملتا ہے اور اگر برے کام کرے تو اس کو عذاب ہوتا ہے۔
اس کے برخلاف جبریہ کہتے ہیں کہ انسان جماد کی طرح بے اختیار اور مجبور ہے ان کی تردید ہم نے ابھی عرض کی ہے۔

عقیدہ......اہلسنّت کا عقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے اشیاء کو مقدر کیا یعنی چیزوں کو پیدا کرنے سے پہلے وہ ان کی مقادیر، ان کے احوال اور ان کے زمانوں کو جانتا تھا پھر اس نے ان چیزوں کو اپنے علم سابق کے مطابق پیدا کیا۔لہٰذا عالم سفلی ہو یا علوی اس میں جو چیز بھی صادر ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم، اس کی قدرت اور اس کے ارادہ سے صادر ہوتی ہے اس میں مخلوق کا کوئی دخل نہیں ہوتا البتہ مخلوق کا ایک قسم کا کسب ہوتا ہے اور ان کی طرف افعال کی نسبت اور اضافت ہوتی ہے اور یہ کسب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اس کی تیسیر، اس کی توفیق اور اس کے الہام سے ہوتا ہے اور خالق صرف اللہ سبحانہ ہے، اس کے برعکس قدریہ نے یہ کہا کہ اعمال ہم پیدا کرتے ہیں اور ان کی مدت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۲) انا کل شئ خلقناہ بقدر (پ۲۷۔قمر:۴۹)

﴿ترجمہ﴾ بے شک ہم نے ہر چیز (ایک خاص) اندازے سے بنائی ہے۔

شانِ نزول...... حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں نجران کا وفد آیا اور اس نے کہا عمل ہمارے قبضہ میں ہے اور اجل ہمارے غیر کے قبضہ میں ہے۔تو یہ آیت نازل ہوئی انا کل شئ خلقناہ بقدر پھر انہوں نے کہا، یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! ہمارے لئے گناہ لکھ دیا جاتا ہے پھر ہمیں اس پر عذاب دیا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قیامت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ جھگڑو گے۔ (تفسیر قرطبی، پ۲۷)

اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے ہر چیز کو ایک منصوبہ سے بنایا ہے۔اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کے بنانے سے پہلے اس کا کامل علم تھا،اس علم کے مطابق اس کو ایک مقررہ وقت پر ایک خاص شکل وصورت میں بنایا گیا،اس کو ایک خاص حد تک نشو ونما دی گئی، ایک خاص وقت تک اس کو باقی رکھا گیا اور اس کی مدت پوری ہونے کے بعد اس کو ختم کر دیا گیا،اسی طرح اپنا وقت پورا ہونے کے بعد یہ تمام دنیا بھی ختم کر دی جائے گی۔یہی ہر چیز کی اور پوری دنیا کی تقدیر ہے۔

علامہ راغب اصفہانی تقدیر کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

﴿ترجمہ﴾ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق مخصوص مقدار اور مخصوص شکل وصورت پر اشیاء کو پیدا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اشیاء کو دو طریقہ سے پیدا فرماتا ہے،بعض چیزوں کو ابتداً علیٰ وجہ الکمال پیدا فرماتا ہے اور ان میں فنا طاری ہونے تک کوئی کمی اور اضافہ نہیں ہوتا جیسے آسمان وغیرہ اور بعض چیزوں کے پہلے اصول پیدا فرماتا ہے پھر بتدریج ان کی نشو ونما کرتا ہے جیسے کھجور کی گٹھلی سے کھجور پیدا ہوتی ہے،سیب پیدا نہیں ہوتا اور انسان کے نطفہ سے انسان پیدا ہوتا ہے کوئی حیوان پیدا نہیں ہوتا۔

خلاصہ یہ کہ اشیاء کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو ان کی مقادیر، ان کے احوال اور ان کے زمانوں کا علم تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سابق کے مطابق ان اشیاء کو پیدا فرمایا، عالم علوی ہو یا سفلی ہر عالم میں جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم، اس کی قدرت اور اس کے ارادے سے وجود میں آتی ہے کسی چیز کی ایجاد میں مخلوق کے کسب اور نسب اور اضافت کے علاوہ مخلوق کا کسی قسم کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہ کسب بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت ،توفیق، الہام اور تیسیر سے حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید کی نصوص اور احادیثِ مبارکہ کی تصریحات اس پر شاہد عدل ہیں۔آیات عرض کی جا رہی ہیں اور احادیثِ مبارکہ آگے مذکور ہوں گی۔ (اِن شاءَ اللہ تعالیٰ)

☆ ذلکم اللّٰہ ربکم لا الٰہ الا ھو خالق کل شیٔ فاعبدوہ (پ۷۔انعام:۱۰۲)

﴿ترجمہ﴾ یہ ہے تمہارا پروردگار، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، (وہ) ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے سو اسی کی عبادت کرو۔

☆ اللّٰہ خالق کل شیٔ (پ۲۴۔زمر:۶۲)

﴿ترجمہ﴾ اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

☆ وما تشاء ون الا ان یشاء اللّٰہ (پ۲۵۔المرسلت:۳۰)

﴿ترجمہ﴾ اور تم نہیں چاہ سکتے جب تک اللہ نہ چاہے۔

☆ وما تشاء ون الا ان یشاء اللّٰہ ربّ العلمین (پ۳۰۔تکویر:۲۹)

﴿ترجمہ﴾ اور تم نہیں چاہ سکتے جب تک اللہ ربّ العلمین نہ چاہے۔

خلاصہ کلام......ان آیات سے واضح ہوا کہ انسان کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور کاسب خود انسان ہے، انسان کسب کرتا ہے، خلق کا معنیٰ ہے کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا اور کسب قصد مصمم (پختہ ارادہ) کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عادتِ جاریہ ہے کہ وہ قصد مصمم کے بعد فعل پیدا کردیتا ہے، چونکہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے افعال کا خالق ہے اسلئے اہلسنّت نے یہ کہا کہ انسان کے افعال کا اللہ تعالیٰ خالق ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رسولوں کو بھیجا جنھوں نے نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی تلقین کی اور اللہ تعالیٰ نے نیکی پر جزاء اور برائی پر سزا دینے کا نظام قائم کیا اور جنت اور جہنم کو بنایا اس لئے یہ ضروری تھا کہ انسان کیلئے قصد اور اختیار کو تسلیم کیا جائے کیونکہ اگر انسان کو نیکی اور بدی اور اچھائی اور برائی پر اختیار نہ ہو تو رسولوں کو بھیجنے اور جزاء اور سزا کے نظام کا کوئی معنیٰ نہیں ہے۔

سوال...... جب ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر قصد مصمم (پختہ ارادہ) کا خالق کون ہے؟ اگر اس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو جبر لازم آئے گا اور اگر اس کا خالق انسان ہے تو پھر یہ معتزلہ کے مذہب کی طرف رجوع ہے۔

جواب-۱...... اس کا حقیقی کشف تو اِن شاءَ اللہ آخرت میں ہوگا، تاہم علماءِ اہلسنّت نے اس سوال کے متعدد جوابات دیئے ہیں جن سے معمولی سی تسکین ہو جاتی ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے، یہ عام مخصوص عنہ البعض ہے یعنی قصد مصمم کے سوا ہر چیز کا اللہ تعالیٰ خالق ہے اور قصد اور کسب کا انسان خالق ہے اور اس تخصیص کی عقل مخصص ہے۔

جواب-۲...... اللہ تعالیٰ کا ہر چیز کیلئے خالق ہونا اپنے عموم پر ہے اور انسان نے قصد کا خلق نہیں احداث کیا ہے اور انسان خالق تو نہیں ہو سکتا لیکن محدث ہو سکتا ہے، کیونکہ خلق کا تعلق موجود بالذات سے ہوتا ہے اور قصد موجود بالذات ہے نہ معدوم بالذات، بلکہ بالتبع موجود ہے اس کو اصطلاح میں 'حال' کہتے ہیں۔

جواب-۳...... انسان ادراکات جزئیہ جسمانیہ میں مختار ہے اور علوم کلیہ عقلیہ میں مجبور ہے۔ علامہ عبدالحق خیر آبادی نے لکھا ہے کہ علامہ بہاری نے فطرت الٰہیہ میں لکھا ہے کہ انسان وہماً مختار ہے اور عقلاً مجبور ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ احکام شرعیہ کا تعلق امور جزئیہ مثلاً نماز اور روزے کے ساتھ ہوتا ہے اور امور جزئیہ کے صدور کیلئے انسان میں مبادی جزئیہ قریبہ ہوتے ہیں مثلاً تخییل جزئی، شوق جزئی خاص اور ارادہ خاصہ اور انہی کے اعتبار سے افعال جزئیہ صادر ہوتے ہیں اور ارادہ ہی کے سبب سے انسان کے افعال، افعال قسریہ اور افعال طبعیہ سے ممتاز ہوتے ہیں اور امور جزئیہ کے صدور کیلئے مبادی کلیہ بعیدہ ہوتے ہیں جو بلا ارادہ واجبۃ التحقق ہیں اور مبادی جزئیہ کا وہم سے ادراک ہوتا ہے کیونکہ وہ معانی کلیہ ہیں، سو انسان علوم جزئیہ کے اعتبار سے مختار ہے اور ادراکات کلیہ کے اعتبار سے غیر مختار ہے اور جب کہ احکام شرعیہ امور جزئیہ ہیں تو اس میں وہم کے حکم کے اعتبار سے اور مکلف ہونے کی صحت مبادی قریبہ کے اعتبار سے ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ انسان وہم کے حکم کے اعتبار سے مختار ہے اور عقل کے حکم کے اعتبار سے مجبور ہے۔ علامہ خیر آبادی نے علامہ تفتازانی سے بھی ایک جواب نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے افعال اختیاریہ کے کچھ اسباب قریب ہیں اور کچھ اسباب بعید ہیں۔ اسباب قریبہ کے اعتبار سے وہ مختار ہے اور اسباب بعیدہ کے اعتبار سے وہ مجبور ہے۔ (شرح مسلم الثبوت، صفحہ ۷۷) یہ عملی بحث ہے اسے علماء کو سپرد کیا جائے۔

(۳) ان اللّٰہ بالغ امرہ قد جعل اللّٰہ لکل شئ قدرا (پ۲۹۔طلاق:۳)

﴿ترجمہ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرنے والا ہے، تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کیلئے ایک اندازہ مقرر کیا ہے۔

(٤) نحن قدرنا بینکم الموت (پ۲۷۔الواقعہ:۶۰)

﴿ترجمہ﴾ ہم نے ہی تمہارے درمیان موت کو مقدر فرمایا۔

(٥) وما تحمل من انثی ولا تضع الا بعلمہ ط وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب

﴿ترجمہ﴾ اللہ کے علم سے ہی ہر مادہ حاملہ ہوتی ہے اور وضع حمل کرتی ہے اور جس معمر شخص کو عمر دی جاتی ہے یا اس کی عمر کم کی جاتی ہے وہ سب لوح محفوظ میں ہے۔ (پ۲۲۔فاطر:۱۱)

(٦) ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتب من قبل ان نبراھا ط

ان ذالک علی اللّٰہ یسیر لکیلا تاسوا علی مافاتکم ولا تفرحوا بما اتکم ط

واللّٰہ لا یحب کل مختال فخور (پ۲۷۔حدید:۲۲،۲۳)

﴿ترجمہ﴾ زمین میں یا تمہارے نفسوں میں تم کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے، اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے، بیشک یہ اللہ پر بہت ہی آسان ہے، یہ اسلئے ہے کہ اگر کوئی چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے تو تم اس پر افسوس نہ کرو اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے اس پر اترایا نہ کرو، اور اللہ کسی اترانے والے متکبر کو پسند نہیں کرتا۔

(۷) قل لن یصیبنا الا ما کتب اللّٰہ لنا ھو مولنا و علی اللّٰہ فلیتوکل المؤمنون (پ۱۰۔توبہ:۵۱)

﴿ترجمہ﴾ آپ فرما دیجئے، ہمیں وہی (مصیبت) پہنچتی ہے جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے، وہی ہمارا مالک ہے اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے۔

(۸) یقولون لو کان لنا من الامر شئ ما قتلنا ھھنا ط قل لو کنتم فی بیوتکم

لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضاجعھم (پ۴۔آل عمران:۱۵۴)

﴿ترجمہ﴾ منافق کہتے ہیں اگر ہماری بات مان لی جائے تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے،

آپ کہئے اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کیلئے یہاں مرنا مقدر ہو چکا تھا از خود نکل کر اپنے مقتل میں چلے آتے۔

(۹) ولکل امۃ اجل فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون (پ۸۔اعراف:۳۴)

﴿ترجمہ﴾ اور ہر قوم کی ایک میعاد ہے اور جب ان کی میعاد آ جائے گی تو وہ ایک پل (ساعت) مؤخر ہو سکیں گے نہ مقدم۔

(۱۰) این ماتکونوا یدرککم الموت ولوکنتم فی بروج مشیده ط و ان تصبہم حسنة یقولوا ھذہ من عند اللّٰہ وان تصبہم سیئة یقولوا ھذہ من عندک ط قل کل من عند اللّٰہ فمال ھولاء القوم لا یکادون یفقہون حدیثا (پ۵۔النساء:۷۸)

﴿ترجمہ﴾ تم جہاں کہیں بھی ہوگے تم کو موت آ پکڑے گی خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور اگر انہیں کچھ بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کچھ برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں (اے رسول) یہ آپ کی طرف سے ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ سب اللہ کی طرف سے ہے اس قوم کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ کسی بات کو سمجھنے کے قریب بھی نہیں آتے۔

تردید جبریہ..... چونکہ قدریہ کے بالمقابل جبریہ فرقہ ہے اگرچہ یہ فرقہ بھی آج کل ناپید ہے لیکن نئی روشنی کا انسان کچھ جبریہ والے نظریات کا شکار ہے اس کیلئے مختصراً عرض ہے وہ یہ کہ اہلسنّت کا عقیدہ ہے کہ انسان کے عمل اور ارادہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک نوع کا اختیار دیا ہے خلق اللہ کی جانب سے ہے اور کسب بندہ کی جانب سے ہے، اگر انسان کا سب اور مختار نہ ہوتا تو انبیاء علیہم السلام کو نیکی کی تبلیغ کیلئے مبعوث فرمانا، انسان کو احکام کا مکلف کرنا اور اسکو اس کے اعمال پر جزاء اور سزا دینا بے معنی اور عبث ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا کوئی کام عبث نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے خیر اور شر دونوں کو پیدا کیا ہے، شر کی طرف ترغیب کیلئے شیطان کو پیدا کیا اور خیر کی طرف رہنمائی کیلئے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور انسان کو عقل وشعور دے کر یہ اختیار دیا کہ وہ ان میں جس راستے کو چاہے اختیار کرلے، پھر وہ جس کام کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قوت اس میں پیدا کر دیتا ہے اور وہ کام اس کیلئے آسان کر دیتا ہے خواہ نیکی ہو یا بدی اور اسی اختیار کے اعتبار سے وہ جزاء اور سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اہلسنّت کے عقائد کی تائید اور جبریہ فرقہ کی تردید کیلئے چند آیات حاضر ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

الم نجعل له عینین o ولسانا وشفتین o وھدینه النجدین o فلا اقتحم العقبة (پ۳۰۔بلد:۱۱)

﴿ترجمہ﴾ کیا ہم نے انسان کی وہ آنکھیں نہیں بنائیں اور (اس کی) زبان اور وہ ہونٹ (نہیں بنائے) اور ہم نے اسے (نیکی اور بدی کے) دونوں واضح راستے دکھا دیئے تو وہ (عمل کی) دُشوار گھاٹی میں سے کیوں نہیں گذرا۔

(۲) ان سعیکم لشتیo فاما من اعطی واتقیٰ o وصدق بالحسنی o فسنیسرہ للیسریٰ o وما من بخل واستغنی o وکذب بالحسنی o فسنیسرہ للعسریٰ o (پ۳۰۔اللیل:۱۰)

﴿ترجمہ﴾ بلاشبہ تمہاری کوششیں مختلف نوع کی ہیں تو جس نے (راہ حق میں) دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کو سچ مانا تو عنقریب ہم اس کیلئے سہولت کا راستہ آسان کر دیں گے اور جس نے (راہ حق میں) بخل کیا اور بے پرواہ رہا اور نیک بات کو جھٹلایا تو ہم بہت جلد اس کیلئے دشواری کا راستہ مہیا کر دیں گے۔

(۳) والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا (پ۲۰۔عنکبوت:۶۹)

﴿ترجمہ﴾ اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم ان کو ضرور اپنی راہیں دکھائیں گے۔

(٤) وان ليس للانسان الا ما سعى وان سعيه سوف يرى ثم يجزاه الجزاء الاوفى (پ۲۷۔النجم:۳۹۔۴۱)

﴿ترجمہ﴾ انسان کو وہی اجر ملے گا جس کی وہ سعی کرتا ہے اور عنقریب اس کی سعی دیکھی جائے گی پھر اس کو پوار پورا بدلہ دیا جائیگا۔

(۵) فلا تعلم نفس ما اخفى لهم من قرة اعين جزاء بما كانوا يعملون (پ۲۱۔سجدہ:۱۷)

﴿ترجمہ﴾ ان کے لئے جو آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے وہ کسی کو معلوم نہیں

یہ ان (نیک) کاموں کی جزاء ہے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔

(٦) اولئك اصحب الجنة خلدين فيها جزاء بما كانوا يعملون (احقاف:۱۴)

﴿ترجمہ﴾ وہ لوگ جنتی ہیں اس میں ہمیشہ رہنے والے، یہ ان (نیک) کاموں کی جزاء ہے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔

(۷) جزاء بما كانوا يعملون (پ۲۷۔واقعہ:۲۴)

﴿ترجمہ﴾ یہ ان (نیک) کاموں کی جزاء ہے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔

(۸) انهم رجس وما واهم جهنم جزاء بما كانوا يكسبون (پ۱۱۔توبہ:۹۵)

﴿ترجمہ﴾ یہ (منافقین) بیشک ناپاک ہیں اور انکا ٹھکانا جہنم ہے اور یہ ان (برے) کاموں کی سزا ہے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔

(۹) فمن شاء فليؤمن و من شاء فليكفر (کہف:۲۹)

﴿ترجمہ﴾ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

(۱۰) فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ○ ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره ○ (زلزال:۷۔۸)

﴿ترجمہ﴾ تو جس نے ذرّہ برابر نیکی کی وہ اس کی (جزاء) دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ اس کی (سزا) دیکھے گا۔

(۱۱) من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعليها وما ربك بظلام للعبيد (پ۲۴۔حٰمٓ السجدۃ:۴۶)

﴿ترجمہ﴾ جس نے نیک کام کیا تو اپنے نفع کیلئے اور جس نے برا کام کیا تو اپنے ضرر کیلئے اور آپکا ربّ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

(۱۲) لها ما كسبت و عليها ما اكتسبت (پ۱۔بقرۃ:۲۸۶)

﴿ترجمہ﴾ نفس سے جو (نیک کام) کیا تو اس کا فائدہ اسی کیلئے ہے اور اس نے جو (برا کام) کیا تو اس کا ضرر (بھی) اسکی اوپر ہے۔

فائدہ......آیاتِ مبارکہ کو سمجھنے کیلئے تفاسیر کا مطالعہ ضروری ہے۔فقیر نفس مسئلہ کی حقیقت آئندہ اوراق میں عرض کریگا۔(ان شاءاللہ)

احادیثِ مبارکہ

ارشاداتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے عقیدہ تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے۔

۱ ...... ﴿ترجمہ﴾ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صادق اور مصدوق اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے ہر شخص اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفے کی صورت میں رہتا ہے پھر چالیس دن کے بعد جمے ہوئے خون کی صورت میں رہتا ہے، پھر اتنے ہی دن گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں رہتا ہے، پھر فرشتے کو بھیجا جاتا ہے وہ اس میں روح پھونک دیتا ہے، پھر اس کو چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے، اس کا رزق، اس کی مدتِ حیات، اس کا عمل اور اس کا شقی یا سعید ہونا لکھ دیا جاتا ہے، پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تم میں سے ایک شخص جنتیوں کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے پھر وہ جہنمیوں کے سے عمل کرتا ہے اور جہنم میں داخل ہوجاتا ہے اور تم میں سے ایک شخص جہنمیوں کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس شخص اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے وہ جنتیوں کا سا عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔ (رواہ مسلم)

حکایت...... حدیثِ مذکورہ کے مطابق ایک حکایت مشہور ہے۔ سابق دور میں دو بھائی تھے ایک نیک متقی تھا، اس نے تمام زندگی پہاڑ کی چوٹی پر عبادت میں گذار دی۔ ایک دن شیطانی وسوسہ کا شکار ہوا، خیال کیا کہ زندگی بھر عبادت سے کیا فائدہ ہوا چھوڑ عبادت کو اور پہاڑ سے اُتر کر عیش وعشرت سے زندگی گزار، اس طرح کے کئی غلط تصورات کر کے پہاڑ سے اتر رہا تھا کہ پیامِ اجل پہونچا مرتے ہی جہنم رسید ہوا۔ دوسرا زندگی بھر گناہوں میں مبتلا رہا، موت سے پہلے سوچا زندگی ضائع گئی توبہ کر کے عبادت میں مصروف ہوا تو موت آگئی اسی حالت میں جنت میں جا پہونچا۔

شرح الحدیث...... شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے فرمایا کہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ شاذ و نادر ایسا ہی ہوتا ہے مگر اس کے غلبہ لطف ورحمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بندوں کو بری تبدیلی سے بچاتا ہے اور زیادہ شر کے بجائے خیر وبھلائی کی جانب ہی پھیرتا ہے اس کے برعکس بہت کم اور شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

فائدہ...... اس حدیث شریف سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اعتبار خاتمہ کا ہے۔

۲...... ﴿ترجمہ﴾ عامر بن واثلہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ شقی وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں شقی ہو اور سعید وہ ہے جو دوسرے کو دیکھ کر نصیحت قبول کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص آئے جن کا نام حضرت حذیفہ بن اسید غفاری تھا، عامر بن واثلہ نے ان کو حضرت ابن مسعود کا یہ قول سنایا، انہوں نے کہا وہ شخص کوئی عمل کئے بغیر شقی کیسے ہو جاتا ہے؟ ایک شخص نے کہا، کیا آپ اس پر تعجب کرتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جب نطفہ پر چالیس راتیں گزر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے، وہ اس کی صورت بناتا ہے، اس کے کان، آنکھیں، کھال، گوشت اور اس کی ہڈیاں بناتا ہے، پھر کہتا ہے اے ربّ! یہ مذکر ہے یا مؤنث؟ پھر تمہارا ربّ جو چاہتا ہے وہ حکم دیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے، پھر فرشتہ کہتا ہے، اے ربّ! اس کی مدتِ حیات؟ پھر تمہارا ربّ جو چاہتا ہے وہ حکم دیتا ہے اور فرشتہ لکھ دیتا ہے، پھر فرشتہ کتاب اپنے ہاتھ میں لے کر نکل جاتا ہے اس میں اللہ کے حکم پر کوئی زیادتی ہوتی ہے نہ کمی۔ (رواہ مسلم)

فائدہ...... عقیدہ تقدیر کے متعلق تو آئندہ اوراق میں وضاحت ہوگی لیکن حدیث شریف میں یہ ثابت ہوا کہ انسان کی سوانح عمری لکھنے والے فرشتے کے متعلق عقیدہ رکھنا ہوگا کہ وہ انسان کی پیدائش سے پہلے اس کے حالات سے آگاہ ہے لیکن افسوس ہے اس برادری پر جو اپنے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُمتی کے حالات سے بے خبر بتاتے ہیں' اسے کیا کہئے خود سوچئے۔

۳...... ﴿ترجمہ﴾ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بقیع غرقد میں ایک جنازے کیساتھ تھے ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لا کر بیٹھ گئے، آپ کے پاس ایک چھڑی تھی، آپ نے سر جھکایا اور اپنی چھڑی سے زمین کریدنے لگے، پھر فرمایا تم میں سے ہر جاندار شخص کا ٹھکانا جنت یا جہنم اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اس کا سعید ہونا یا شقی ہونا بھی اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم اپنے متعلق لکھے ہوئے پر اعتماد کیوں نہ کرلیں اور عمل کو ترک کیوں نہ کردیں؟ آپ نے فرمایا، جو شخص اہل سعادت میں سے ہوگا وہ عنقریب اہل سعادت کے عمل کی طرف راجع ہوگا اور جو شخص اہل شقاوت میں سے ہوگا وہ عنقریب اہل شقاوت کے عمل کی طرف راجع ہوگا، پھر آپ نے فرمایا عمل کرو اہل سعادت کیلئے نیک اعمال آسان کردیئے جائیں گے اور اہل شقاوت کیلئے برے اعمال آسان کردیئے جائیں گے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ): جس نے صدقہ کیا اور اللہ سے ڈرا اور نیکی کی تصدیق کی ہم اس کیلئے نیکیوں کو آسان کردیں گے اور جس نے بخل کیا اور لاپرواہی کی اور نیکی کی تکذیب کی ہم اس کیلئے برائیوں کو آسان کردیں گے۔ (رواہ مسلم)

٤...... ﴿ترجمہ﴾ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم آئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہمارے لئے دین کو بیان کیجئے، گویا کہ ہم ابھی پیدا کیے گئے ہیں، ہم آج جو عمل کررہے ہیں کیا یہ ان چیزوں کے متعلق ہے جن کو لکھ کر قلم خشک ہو چکے ہیں، یا ہم نیا عمل کررہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، نہیں تمہارا عمل اس کے مطابق ہے جس کو لکھ کر قلم خشک ہو چکے ہیں اور جو تقدیر الٰہی میں مقرر ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا پھر ہم کس لئے عمل کریں؟ زبیر کہتے ہیں پھر ابوالزبیر نے کوئی کلمہ کہا جس کو میں سمجھ نہیں سکا، میں نے پوچھا، آپ نے کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا آپ نے فرمایا تھا، عمل کرو، ہر ایک کیلئے اس کا عمل آسان کر دیا جاتا ہے۔

٥...... ﴿ترجمہ﴾ ابوالاسود دیلی بیان کرتے ہیں مجھ سے حضرت عمران بن حصین نے کہا مجھے یہ بتاؤ کہ آج لوگ کس لئے عمل کررہے ہیں؟ اور مشقت برداشت کررہے ہیں کیا یہ کوئی ایسی چیز ہے جسکے متعلق حکم ہو چکا ہے اور تقدیر الٰہی مقرر ہو چکی ہے؟ یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور دلائل ثابتہ کے مطابق یہ از سر نو عمل کررہے ہیں؟ میں نے کہا نہیں ان کا عمل ان چیزوں کے متعلق ہے جن کا حکم ہو چکا ہے اور تقدیر ثابت ہوگئی ہے۔ انہوں نے کہا کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ وہ کہتے ہیں میں اس بات سے بہت زیادہ خوف زدہ ہوا۔ میں نے کہا ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اس کی ملکیت اور اس کے قبضہ میں ہے وہ اپنے کسی فعل پر جواب دہ نہیں ہے اور مخلوق سے ہر چیز کے متعلق سوال ہوگا۔ انہوں نے مجھ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے! میں اپنے اس سوال سے صرف آپ کی عقل کا امتحان لینا چاہتا تھا۔ مزینہ کے دو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آج لوگ کس لئے عمل کررہے اور عمل کی مشقت اٹھا رہے ہیں؟ کیا یہ کوئی ایسی چیز ہے جس کے متعلق حکم ہو چکا ہے اور تقدیر الٰہی ثابت ہو چکی ہے؟ یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور دلائل ثابتہ کے مطابق وہ از سر نو عمل کررہے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ (ان کا عمل) اس کے مطابق ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اس کی تقدیر ثابت ہو چکی ہے اور اس کی تصدیق اللہ عزّوجل کی کتاب میں ہے۔ (ترجمہ): قسم ہے انسان کی اور جس نے اس کو بنایا اور اس کو نیکی اور بدی کا الہام فرمایا۔ (رواہ مسلم)

٦...... ﴿ترجمہ﴾ ابن دیلمی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر کہا کہ میرے دل میں تقدیر کے متعلق ایک شبہ پیدا ہوا ہے، آپ مجھے کوئی حدیث بیان کیجئے شاید اللہ تعالیٰ میرے دل سے اس شبہ کو زائل کر دے۔ حضرت ابی بن کعب نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان اور زمین والوں کو عذاب دے تو وہ عذاب دے گا اور یہ اس کا ظلم نہیں ہوگا (کیونکہ اللہ تعالیٰ مالک ہے اور مالک اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ اس کا ظلم نہیں ہے) اور اگر اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے اور اگر تم اللہ کے راستے میں اُحد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرو تو اس کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لے آؤ اور جب تک تم کو یہ یقین نہ ہو کہ جو مصیبت تم پر آئی ہے وہ ٹل نہیں سکتی تھی اور جو چیز تم سے ٹل گئی ہے وہ تم پر آ نہیں سکتی تھی، اگر تم اس کے علاوہ کسی اور عقیدہ پر مر گئے تو جہنم میں جاؤ گے۔ پھر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا۔ پھر میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا۔ پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کیا۔ (رواہ ابوداؤد)

۷...... ﴿ترجمہ﴾ طاؤس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کا مباحثہ ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اے آدم! آپ ہمارے باپ ہیں اور آپ نے ہمیں نامراد کیا اور جنت سے نکال دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا، تم موسیٰ ہو، تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ہم کلامی کیلئے منتخب فرمایا اور اپنے دستِ قدرت سے تمہارے لئے تورات لکھی، کیا تم مجھے اس چیز پر ملامت کر رہے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے مقدر کر دیا تھا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو حضرت آدم، حضرت موسیٰ پر غالب ہو گئے۔ ایک روایت میں حضرت آدم علیہ السلام کے کلام میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے تمہارے لئے تورات لکھی۔

فائدہ...... آدم و موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہما السلام کی گفتگو اس عالم دنیا کے سوا دوسرے عالم میں جو عالم علوی و روحانی اور عالم حقیقت ہے۔ آسمان میں ارواح کی ملاقات کی صورت میں یا دونوں کو عالم برزخ میں زندہ کرنے کی شکل میں یا حضرت آدم کو حضرت موسیٰ کے زمانہ میں زندہ کر کے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم اشعۃ اللمعات)

شرح الحدیث...... حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اسباب کا وجود امر و نہی۔ مدح و ذم اور عتاب وعقاب و ملامت وغیرہ تقدیر کے تحت ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بتقاضائے ظاہر اور عالم اسباب اور امر و نہی کے مطابق گفتگو فرمائی اور آدم علیہ السلام نے حقیقت و تقدیر کو سامنے رکھ کر جواب دیا۔ لہٰذا دونوں حضرات کی گفتگو اور سوال و جواب اپنی جگہ دُرست اور حق ہے ان کی یہ گفتگو کسب و عمل کے تقاضوں اور ان کے مکلف ہونے کی حیثیت سے ختم ہو جانے کے بعد تھا عالم اسباب سے نہ تھا کہ عالم اسباب میں وسائط و اسباب کا قطع نظر کرنا درست اور جائز نہیں، اسی لئے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی زندگی میں معذرت کر لی۔

فائدہ...... اس سے ثابت ہوا کہ گفتگو کے وقت موسیٰ علیہ السلام کی ظاہری زندگی میں اللہ تعالیٰ کا آدم علیہ السلام کو زندہ کرنے کا احتمال زیادہ مناسب ہے تاکہ موسیٰ علیہ السلام تو عالم دنیا میں ہوں اور آدم علیہ السلام عالم حقیقت میں (واللہ تعالیٰ اعلم اشعۃ اللمعات)

چونکہ یہ مسئلہ عصمت انبیاء علیہم السلام سے متعلق ہے اسی لئے ایسی تصانیف کا مطالعہ ضروری ہے۔

۸...... امام بخاری روایت کرتے ہیں ﴿ترجمہ﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ساتھ جو کچھ ہونے والا ہے اس کے متعلق قلم خشک ہو چکا ہے۔

فائدہ...... ان تمام احادیث میں اہلسنّت و جماعت کی تائید ہے جو تقدیر کے قائل ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ تمام واقعات خواہ خیر ہوں یا شر، مفید ہوں یا مضر اللہ تعالیٰ کی قضاء سے وابستہ ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ تقدیر پر تکیہ کر کے عمل ترک کرنا ممنوع ہے بلکہ احکام شرعیہ کے مطابق عمل کرنا واجب ہے، جس شخص کو جس کام کیلئے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کیلئے آسان ہو جائے گا، نیکوکاروں کیلئے نیکی اور بدکاروں کیلئے بدی۔

منکرین تقدیر کی وعیدیں

۱...... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، قدریہ وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ خیر اور شر ہمارے قبضہ میں ہے۔ میری شفاعت میں انکا کوئی حصہ نہیں ہے، میں ان سے ہوں نہ یہ مجھ سے ہیں۔ (تفسیر قرطبی، ج ۱۷، ص ۱۴۸)

۲...... ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قسم کھا کر فرماتے تھے کہ ان میں سے کوئی شخص پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کردے تو وہ تقدیر پر ایمان لائے بغیر قبول نہیں ہوگا۔ (تفسیر قرطبی، ج ۱۷، ص ۱۴۸)

۳...... ﴿ترجمہ﴾ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں سے دو گروہ ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ ایک مرجۂ دوسرے قدریہ۔ (رواہ الترمذی)

فائدہ...... قدریہ کا تعارف ہو چکا ہے۔ المرجۂ ہمزہ کے ساتھ ارجاء سے ہے یہ وہ گروہ ہے جو عمل کو ضروری نہیں سمجھتا۔

انتباہ...... ہمارے دور میں فرقہ مرجۂ ناپید ہے لیکن بعض جاہل پیر اپنے مریدین کو کچھ اس طرح کی پٹی پڑھاتے ہیں کہ اعمال کی ضرورت نہیں ہم بخشے بخشائے ہیں بلکہ بعض بدبخت تو ایسے بھی ہیں کہ وہ اُلٹا شریعت کے احکام کی دھجیاں اُڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے جاہل پیروں سے مسلمانوں کو بچائے اور ایسے بزرگوں کا دامن نصیب فرمائے جو شریعتِ پاک کے نہ صرف عامل بلکہ اس پر جان نچھاور کریں۔ (آمین)

٤...... ﴿ترجمہ﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری اُمت میں زمین دھنسا اور شکلوں کا بگڑنا ہوگا اور یہ تقدیر کو جھٹلانے والوں میں ہوگا۔ (الترمذی وابوداؤد)

فائدہ...... یہ خسف ومسخ قربِ قیامت میں ہوگا (اشعۃ اللمعات) اور اس کی تائید دورِ حاضرہ کی جہالت اور انگریزی تعلیم اور کالجوں، یونیورسٹیوں کے ماحول میں پلنے والوں کے خیالات سے بھی ہوتی ہے کہ ان کے بعض دریدہ دہنی سے تقدیر کے بارے میں کچھ کا کچھ کہہ دیتے ہیں ان کے غلط عقائد کے ردّ کے بیانات آئندہ اوراق میں ملاحظہ ہوں۔

۵...... ﴿ترجمہ﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تک بندہ ایمان کی مٹھاس نہ پائے گا جب تک اچھی بری میٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان نہ لائے۔

۶...... ﴿ترجمہ﴾ سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تقدیر کے بارے میں معمولی سی گفتگو کرے گا تو قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی اور جس نے اس کے متعلق کوئی بات نہ کی اس سے سوال نہ ہوگا۔ (ابن)

فائدہ...... ویسے تو قیامت میں ہر بات کا حساب ہوگا لیکن تقدیر کے بارے میں سخت باز پرس ہوگی۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس کلام مبارک سے مقصد مسئلہ تقدیر سے غور وخوض کرنے اور اس میں بحث وتمحیص سے منع کرنا بلکہ زجر و توبیخ ہے یعنی اس مسئلہ میں گفتگو کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ سراسر نقصان ہے کہ قیامت کے دن باز پرس ہوگی اور سخت عتاب ہوگا لہٰذا بہتر ہے کہ اس پر بلا چون وچرا مان لیا جائے اور اس کی بحث سے جتنا ہو سکے خاموشی اختیار کریں۔ (اشعۃ اللمعات)

۷...... ﴿ترجمہ﴾ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قدریہ (فرقہ) اس اُمت کے مجوس ہیں جب بیمار پڑ جائیں تو ان کی بیمار پرسی نہ کرو اور جب مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شرکت نہ کرو۔ (احمد وابوداؤد)

فائدہ...... ابن ماجہ کے الفاظ ہیں کہ اور اگر ان سے ملاقات ہو تو ان کو سلام نہ کرو۔

عمل صحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام علیہم الرضوان بالخصوص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اس حکم پر سختی سے عمل تھا چنانچہ حدیث میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، جب تم ان لوگوں (منکرین تقدیر) سے ملو تو ان سے کہنا کہ میں ان سے لاتعلق ہوں اور وہ مجھ سے اور عبداللہ بن عمر خلیفہ کہتا ہے کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کو اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے۔

انتباہ...... دورِ حاضرہ میں صلح کلیت کا دور دورہ ہے اہل اسلام اپنے اکابر اور اسلاف کا دامن مضبوط پکڑیں جتنا بد مذاہب سے دُوری ہوگی اتنا اس میں بھلائی ہوگی ورنہ تباہی ہلاکت ہے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف **بد مذاہب سے نفرت**۔

۸...... ﴿ترجمہ﴾ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھ ایسے ہیں جن پر میری لعنت اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اور ہر نبی کی دعاء مستجاب ہے ان میں سے ایک وہ ہے جو تقدیر کو جھٹلاتا ہے۔ (رواہ البیہقی)

شفاعت سے محروم

۹...... امام نحاس نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ قدریہ کہتے ہیں کہ خیر اور شر ہمارے قبضہ میں ہے، ان کیلئے میری شفاعت سے کوئی حصہ نہیں ہے، میں ان سے ہوں نہ وہ مجھ سے ہیں۔

۱۰...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تقدیر پر ایمان لانا فکر اور غم کو دُور کر دیتا ہے۔

۱۱...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قسم کھا کر فرمایا، اگر کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خدا کی راہ میں خیرات کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت تک قبول نہیں فرمائے گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے۔

۱۲...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، منکرینِ تقدیر سے کہہ دو کہ میں ان سے بَری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

منکرین شفاعت

منکرین تقدیر کو خدا کرے تقدیر کی تحقیق دل پر بیٹھ جائے ورنہ جہنم ٹھکانہ۔ اور منکرین تقدیر کو معلوم ہو کہ قیامت میں شفاعتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بغیر کام نہ بنے گا۔ قیامت میں قیامت کی گرمی اور سوزش کا حال کسی سے مخفی نہیں لیکن یہ بھی یقین ہو کہ سوائے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔

☆ فرماتے ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)......یعنی تمام امم کے بعض لوگ دوزخ میں ہوں گے اور بعض جنت میں مگر میری تمام اُمت جنت میں ہوگی۔

☆ دوسری حدیث شریف میں فرماتے ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)......یعنی بے شک جنت کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہیں اور میں اس کا خازن اور مالک ہوں تو پھر جس کو چاہیں جنت میں داخل فرمائیں مالک و مختار ہیں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وبارک وسلم)

☆ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں...... میں اپنے پروردگار سے اجازت مانگوں گا۔ پس مجھے اجازت دی جائے گی اور مجھے اللہ تعالیٰ کے محامد (یعنی تعریفیں) ایسے الہام ہوں گے جو آج مجھے مستحضر نہیں۔ تو ان محامد سے اللہ عزوجل کی تعریف کروں گا اور میں سجدہ میں کروں گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اور مانگو جو مانگو گے دیا جائے گا اور سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی۔ تو میں کہوں گا یا اللہ میری اُمت میری امت۔ حکم ہوگا جاؤ جس کے دل میں برابر جَو کے بھی ایمان ہے اُسے نکال لو۔

فائدہ......اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے روز سب لوگ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے خواہاں ہوں گے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے۔ مزید شفاعت کی تفصیل و تحقیق فقیر کی تصنیف **شفاعت کا منظر** میں پڑھیے۔

عقلی دلائل

چونکہ منکرین تقدیر یا ان سے متاثرین اکثر طور عقلی گھوڑے دوڑاتے ہیں اسی لئے نقلی دلائل سے پہلے عقلی دلائل عرض کرتا ہوں۔ چند قواعد ملاحظہ ہوں:۔

☆ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرکے اس کے اعضاء ظاہرہ اور حواس باطنہ عطا فرمائے اور ان ہر ایک کے کام ذِمہ لگایا وہ بھی اپنے الہام سے مثلاً کان کے ذمہ سننا، ہاتھ کے ذمہ شے کو پکڑنا، آنکھ کے ذمہ دیکھنا، پاؤں کے ذمہ چلنا اور زبان کے ذمہ بولنا وغیرہ وغیرہ۔

☆ یونہی انسان میں ایک اس کا ارادہ پیدا فرمادیا تاکہ یہ اعضاء وغیرہ اس کے تابع ہوکر کام سرانجام دیں اور اس کے فرمان پر منافع حاصل کریں اور ضرر رساں چیزوں سے بچیں۔

☆ جملہ حیوانات سے انسان کو اشرف واعلیٰ اور برگزیدہ بنایا کہ اس میں اعلیٰ درجہ کا جوہر یعنی عقل سے نوازا۔ اس کے ذمہ اشیاء کا ادراک ہے ہی ایسی خصوصی طاقت ہے جس سے صرف اور صرف انسان کو نوازا گیا جس کی وجہ سے جملہ حیوانات سے انسان ممتاز اور اشرف ہوا۔

فائدہ...... جو اُمور جن کے ذمہ لگائے گئے وہ اس کے برعکس ہرگز نہ کرسکیں گے مثلاً آنکھ سے دیکھنے کے برعکس سننے کا کام نہیں ہوسکے گا یونہی ناک سے دیکھنے کا کام نہ ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

☆ عقل سے ہزاروں بلکہ بے شمار غلطیوں کا صدور نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہوتا ہے اور یہ ایسا مسلّمہ قاعدہ ہے جس کا اعتراف منکرین تقدیر کو بھی ہے کیونکر نہ ہو جب کہ دنیا میں انسانوں کے دنیوی اور مذہبی اختلافات میں یہی عقل کارفرما ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے انبیاء ورسل علیٰ نبینا وعلیہم السلام مع کتب وصحف مبعوث فرمائے پھر ان کے نائبین اولیاء وصلحاء وعلماء مقرر فرمائے انہوں نے ہر امر کے ذرہ ذرہ کے حسن وقبح کو خوب واضح روشن از آفتاب کو بتایا بھی انسان کو اپنی نعمتِ عظمیٰ سے نوازا تاکہ پھر انسان کو عذر کی گنجائش نہ ہو۔

فائدہ...... قواعد مذکورہ سے ایک اور قاعدہ واضح ہوا کہ ہر کام کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور اپنے ارادہ پر کام کرنا انسان کا کام ہے کام خیر ہو یا شر۔

وضاحت از امام احمد رضا محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا بااین ہمہ کسی کا خالق ہونا یعنی ذات ہو یا صفت، فعل ہو یا حالت، کسی معدوم چیز کو عدم سے نکال کر لباس وجود پہنادیا یہ اُسی کا کام ہے، یہ نہ اس نے کسی کے اختیار میں دیا نہ کوئی اس کا اختیار پا سکتا تھا کہ تمام مخلوقات خود اپنی حدِّ ذات میں نیست ہیں۔ ایک نیست دوسرے نیست کو کیا ہست بنا سکے ہست بنانا اُسی کی شان ہے جو آپ اپنی ذات سے ہستِ حقیقی وہستِ مطلق ہے۔ ہاں یہ اُس نے اپنی رحمت اور اپنی غنائے مطلق سے عادات اِجراء فرمائے کہ بندہ جس امر کی طرف قصد کرے، اپنے جوارح اُدھر پھیرے، مولیٰ تعالیٰ اپنے ارادہ سے اُسے پیدا فرمادیتا ہے مثلاً اُس نے ہاتھ دیئے ان میں پھیلنے‘ سمٹنے‘ اُٹھنے‘ جھکنے کی قوت رکھی، تلوار بنانی بتائی، اُس میں دھار اور دھار میں کاٹ کی قوت رکھی اس کا اُٹھانا‘ لگانا وار کرنا بتایا۔ دوست دشمن کی پہچان کو عقل بخشی، اسے نیک و بد میں تمیز کی طاقت عطا کی۔ شریعت بھیج کر قتل حق و ناحق کی بھلائی، برائی صاف جتادی۔ زید نے وہی خدا کی بتائی ہوئی تلوار‘ خدا کے بنائے ہوئے ہاتھ‘ خدا کی دی ہوئی قوت سے اُٹھانے کا قصد کیا، وہ خدا کے حکم سے اُٹھ گئی اور جھکا کر ولید کے جسم پر ضرب پہونچانے کا ارادہ کیا، وہ خدا کے حکم سے جھکی اور ولید کے جسم پر لگی، تو یہ ضرب جن اُمور پر موقوف تھی سب عطائے حق تھے اور خود جو ضرب واقع ہوئی بارادۂ خدا واقع ہوئی اور اب جو اس ضرب سے ولید کی گردن کٹ جانا پیدا ہوگا یہ بھی اللہ کے پیدا کرنے سے ہوگا۔ وہ نہ چاہتا تو ایک زید کیا تمام اِنس و جن و ملک جمع ہو کر تلوار پر زور کرتے تو اُٹھنا درکنار، ہرگز جنبش نہ کرتی اور اس کے حکم سے اُٹھنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا تو زمین‘ آسمان‘ پہاڑ سب ایک لنگر بنا کر تلوار کی نوک پر ڈال دیئے جاتے، نام کو بال برابر نہ جھکتی، اور اس کے حکم سے جھکنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا گردن کٹنا تو بڑی چیز ہے ممکن نہ تھا کہ خط بھی آتا، لڑائیوں میں ہزاروں بار تجربہ ہو چکا کہ تلواریں پڑیں اور خراش تک نہ آئی، گولیاں لگیں اور جسم تک آتے آتے ٹھنڈی ہوگئیں، شام کو معرکہ سے پلٹنے کے بعد سپاہیوں کے سر کے بالوں میں سے گولیاں نکلی ہیں تو زید سے جو کچھ واقع ہوا سب خلقِ خدا، و بارادۂ خدا تھا۔ زید کا بیچ میں صرف اتنا کام رہا کہ اُس نے قتلِ ولید کا ارادہ کیا اور اس طرف اپنے جوارحِ آلات کو پھیرا۔ اب اگر ولید شرعاً مستحق قتل ہے تو زید پر کچھ الزام نہیں رہا بلکہ بارہا ثوابِ عظیم کا مستحق ہوگا کہ اُس نے اُس چیز کا قصد کیا اور اس طرف جوارح کو پھیرا جسے اللہ عزّ وجل نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے اپنی مرضی‘ اپنا پسندیدہ کام ارشاد فرمایا تھا اور اگر قتل ناحق ہے تو یقیناً زید پر الزام ہے اور عذابِ اَلیم کا مستحق ہوگا کہ بمخالفتِ حکمِ شرع اُس شے کا عزم کیا اور اُس طرف جوارح کو متوجہ کیا جسے مولیٰ تعالیٰ نے اپنی کتابوں کے واسطے سے اپنے غضب‘ اپنی ناراضی کا حکم بتایا تھا۔

غرض فعل انسان کے ارادہ سے نہیں ہوسکتا بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ کے ارادہ سے ہوتا ہے۔ یہ نیکی کا ارادہ کرے اور اپنے جوارح کو پھیرے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نیکی پیدا کردے گا اور یہ برے کا ارادہ کرے اور جوارح کو اس طرف پھیرے اللہ تعالیٰ اپنی بے نیازی سے بدی کو موجود فرمادیگا۔ مثال دو پیالوں میں شہد اور زہر ہیں اور دونوں خود بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں شہد میں شفاء، اور زہر میں ہلاک کرنے کا اثر بھی اُسی نے رکھا ہے۔ روشن دماغ حکیموں کو بھیج کر بتا بھی دیا کہ دیکھو یہ شہد ہے، اس کے یہ منافع ہیں اور خبردار یہ زہر ہے اس کے پینے سے ہلاک ہوجاتا ہے۔ ان ناصح اور خیرخواہ حکمائے کرام کی یہ مبارک آوازیں تمام جہان میں گونجیں اور ایک ایک شخص کے کان میں پہنچیں ۔ اس پر کچھ نے شہد کی پیالی اُٹھا کر پی اور کچھ نے زہر کی۔ ان اُٹھانے والوں کے ہاتھ بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے تھے اور ان میں پیالی اُٹھانے' منہ تک لے جانے کی قوت بھی اسی کی رکھی ہوئی تھی' منہ اور حلق میں کسی چیز کو جذب کرکے' اندر لینے کی طاقت اور خود منہ اور حلق اور معدہ وغیرہ سب اس کے مخلوق تھے۔ اب شہد پینے والوں کے جَوف میں شہد پہونچا۔ کیا وہ آپ اس کا نفع پیدا کرلیں گے؟ یا شہد بذاتِ خود خالق نفع ہوجائے گا؟ حاشا! ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے دستِ قدرت میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ وہ نہ چاہے تو منوں شہد پی جائے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا بلکہ وہ چاہے تو شہد زہر کا اثر دے یوں ہی زہر والوں کے پیٹ میں زہر جاکر کیا وہ آپ ضرر کی تخلیق کرلیں گے؟ یا زہر خود بخود خالقِ ضرر ہوجائے گا؟ حاشا! ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ بھی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا۔ وہ نہ چاہے تو سیروں زہر کھا جائے اصلاً بال بانکا نہ ہوگا۔ بلکہ وہ چاہے تو زہر شہد ہوکر لگے۔ جیسے سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے ہوا۔

کرامات سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ جب مقام حیرہ میں پہونچے تو عرض کی گئی کہ آپ احتیاط رکھیں کہ آپ کو عجمی لوگ زہر دے دیں۔ آپ نے فرمایا زہر کیا شے ہے لاؤ زہر میں پی جاؤں۔ زہر لائی گئی آپ نے بسم اللہ پڑھ کر زہر پی لیا، زہر نے کوئی نقصان نہ دیا۔

نیز بزمانہ خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہم سے تشریف لائے تو حیرہ والوں نے عبدالمسیح کو زہر قاتل دیکر آپ کے پاس بھیجا۔ آپ نے اسے فرمایا تیز زہر لاؤ، آپ نے زہر لے کر ہاتھ میں رکھا اور پڑھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور زہر پی لی۔ عبدالمسیح نے واپس جا کر قوم کو کہا، اے لوگوں حضرت خالد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے وہ زہر کھالیا اس سے انہیں کچھ نقصان نہ ہوا، بہتر ہے تم ان سے صلح کرلو، ورنہ ان سے جنگ کرنے میں تمہارا نقصان ہوگا۔

اضافہ اویسی غفرلہٗ...... یہ تو کرامتِ سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ شہد پینے والے ضرور قابل تحسین و آفرین ہیں۔ ہر عاقل یہی کہے گا کہ انہوں نے اچھا کیا ایسا ہی کرنا چاہئے تھا اور زہر پینے والے ضرور لائق سزا و نفرین ہیں۔ ہر ذی ہوش یہی کہے گا کہ یہ بد بخت خودکشی کے مجرم ہیں۔ دیکھو اوّل سے آخر تک جو کچھ ہوا سب اللہ ہی کے ارادے سے ہوا اور جتنے آلات اس کام میں لئے گئے سب اللہ ہی کی مخلوق تھے اور اسی کے حکم سے انہوں نے کام دیئے جو تمام عقلا کے نزدیک ایک فریق کی تعریف ہے اور دوسرے کی مذمت۔ تمام کچہریاں جو عقل سے حصہ رکھتی ہوں ان زہر نوشوں کو مجرم بنائیں گی پھر کیوں بناتی ہیں نہ زہر ان کا پیدا کیا ہوا نہ زہر میں قوتِ ہلاک ان کی رکھی ہوئی نہ ہاتھ ان کا پیدا کیا ہوا نہ اس کے بڑھائے اُٹھانے کی قوت ان کی رکھی ہوئی نہ دہن حلق ان کے پیدا کئے ہوئے نہ ان میں جذب وکشش کی قوت ان کی رکھی ہوئی نہ حلق سے اتر جانا ان کے ارادے سے ممکن تھا آدمی پانی پیتا ہے اور چاہتا ہے کہ حلق سے اترے مگر چھو ہو کر نکل جاتا ہے۔ اس کا چاہا نہیں چلتا جب تک وہی نہ چاہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اب حلق سے اُترنے کے بعد تو ظاہری نگاہوں میں بھی پینے والے کا اپنا کوئی کام نہیں۔ خون میں اس کا ملنا اور خون کا اسے لے کر دورہ کرنا اور دورہ میں قلب تک پہنچنا اور وہاں جا کر اسے فاسد کر دینا یہ کوئی فعل نہ اس کے ارادے سے ہے نہ اس کی طاقت سے۔ بہتیرے زہر پی کر نادم ہوتے ہیں پھر ہزار کوشش کرتے ہیں جو ہونی ہے ہو کر رہتی ہے اگر اس کے ارادے سے ضرر ہوتا تو اس ارادے سے باز آتے ہی زہر باطل ہو جانا لازم تھا مگر نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ اسکا ارادہ بے اثر ہے پھر اس سے کیوں باز پرس ہوتی ہے؟ ہاں! باز پرس کی وہ وجہ ہے کہ شہد اور زہر اسے بتا دیئے تھے عالی قدر حکمائے عظام کی معرفت سب نفع نقصان جتا دیئے تھے۔ دست و دہان و حلق اس کے قابو میں کر دیئے تھے۔ دیکھنے کو آنکھ سمجھنے کو عقل اُسے دے دی تھی۔ یہی ہاتھ جس سے اس نے زہر کی پیالی اُٹھا کر پی جام شہد کی طرف بڑھاتا اللہ تعالیٰ اُسی کا اُٹھنا پیدا کر دیتا۔ یہاں تک کہ سب کام اوّل تا آخر اُسی کی خلق و مشیت سے واقع ہو کر اس کے نفع کے موجب ہوتے مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ کاسۂ زہر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کے پینے کا عزم لایا۔ وہ غنی بے نیاز دونوں جہان سے بے پرواہ ہے، وہاں تو عادت جاری ہو رہی ہے کہ یہ قصد کرے اور وہ خَلق فرمادے۔ اُس نے اسی کاسہ کا اٹھنا اور حلق سے اُترنا، دل تک پہنچنا وغیرہ وغیرہ پیدا فرمادیا پھر یہ کیونکر بے جرم قرار پا سکتا ہے۔

انسان کا ارادہ و اختیار

چونکہ اعضائے محسوسہ، کان، آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ کے امور محسوس ہو رہے ہیں کہ واقعی یہ اللہ تعالیٰ کے تخلیق سے کام سرانجام دے رہے ہیں لیکن ان اعضاء کی طرح ارادۂ اختیار انسان میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے متعلق منکرین کو پس وپیش ہے اس کا انکار دورِ سابق میں فرقہ جبریہ کو تھا اب منکرین تقدیرا نہیں کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ فقیر بقلم امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ اس کی وضاحت کرتا ہے۔ انسان میں یہ قصد و ارادہ و اختیار ہونا ایسا واضح و روشن و بدیہی امر ہے جس سے انکار نہیں کر سکتا مگر مجنون (پاگل) ہر شخص سمجھتا ہے کہ مجھ میں اور پتھر میں ضرور فرق ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کے چلنے پھرنے، کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے وغیرہ وغیرہ افعال کے حرکات ارادی ہیں۔ ہر شخص آگاہ ہے کہ انسان کا کام کرنے کیلئے ہاتھ کو حرکت دینا اور وہ جنبش جو ہاتھ کو رَعشہ سے ہو، اُن میں صریح فرق ہے۔ ہر شخص واقف ہے کہ جب وہ اوپر کی جانب جست کرتا ہے اور اس کی طاقت ختم ہونے پر زمین پر گرتا ہے ان دونوں حرکتوں میں تفرقہ ہے۔ اوپر کودنا اپنے اختیار و ارادہ سے تھا اگر نہ چاہتا نہ کودتا اور یہ حرکت تمام ہو کر اب زمین پر آنا اپنے ارادہ و اختیار سے نہیں۔ ولہٰذا اگر رُکنا چاہے تو نہیں رک سکتا۔ بس یہی ارادہ، یہی اختیار جو ہر شخص اپنے نفس میں دیکھ رہا ہے عقل کے ساتھ اس کا پایا جانا، یہی مدارِ امر و نہی و جزا و سزا و ثواب و عقاب و پرسش و حساب ہے۔

اگر چہ بلا شبہ بلا ریب قطعاً یقیناً ارادہ و اختیار بھی اللہ عزّ وجل ہی کا پیدا کیا ہوا ہے جیسے انسان خود بھی اسی کا بنایا ہوا ہے آدمی جس طرح نہ آپ سے آپ بن سکتا تھا نہ اپنے لئے آنکھ' کان' ہاتھ' پاؤں' زبان وغیرہ بنا سکتا تھا یونہی اپنے لئے طاقت قوت ارادۂ اختیار بھی نہیں بنا سکتا سب کچھ اس نے دیا اور اسی نے بنایا مگر اس سے یہ سمجھ لینا کہ جب ہمارا ارادہ و اختیار بھی خدا ہی کا مخلوق ہے تو ہم پتھر ہو گئے قابل سزا و جزا و بازپرس نہ رہے۔ کیسی سخت جہالت ہے صاحبو تم میں خدا نے کیا پیدا کیا ارادہ و اختیار۔ اُس کے ہونے سے تم صاحبِ ارادہ صاحبِ اختیار ہوئے مجبور ناچار صاحبو تمہاری اور پتھر کی حرکت میں فرق کیا رہا یہ کہ وہ ارادہ و اختیار نہیں رکھتا اور ہم میں اللہ تعالیٰ نے یہ صفت پیدا کی عجب عجب کہ وہی صفت جس کے پیدا ہونے نے تمہاری حرکات کو پتھر کی حرکات سے ممتاز کر دیا اُسی کی پیدائش کو اپنے پتھر ہو جانے کا سبب سمجھو یہ کیسی اُلٹی مت ہے اللہ تعالیٰ نے ہماری آنکھیں پیدا کیں ان میں نور خلق کیا اس سے ہم انکھیارے ہوئے نہ کہ معاذ اللہ اندھے یوں ہی اس نے ہم میں ارادہ و اختیار پیدا کیا اس سے ہم اس کی عطا کے لائق مختار ہوئے نہ کہ اُلٹے مجبور ہاں یہ ضرور ہے کہ جب وقتاً فوقتاً ہر فرد اختیار بھی اس کی خلق اسی کی عطا ہے ہماری اپنی ذات سے نہیں تو خود مختار ہو سکے نہ جزا و سزا کیلئے خود مختار ہونا ہی ضرور ایک نوع اختیار چاہئے کسی طرح ہو وہ بداہۃً حاصل ہے آدمی انصاف سے کام لے تو اسی قدر تقریر و مثال کافی ہے شہد کی پیالی اطاعتِ نبی ہے اور زہر کا کاسہ اس کی نافرمانی اور وہ عالیشان حکماء انبیائے کرام علیہم السلام اور ہدایت اس شہد سے نفع پانا ہے کہ اللہ ہی کے ارادہ سے ہوگا اور ضلالت اس زہر سے ضرور پہونچنا کہ یہ بھی اسی کے ارادے سے ہوگا مگر اطاعت تعریف کے مستحق اور فرعون و نمرود والے مذموم ہو کر سزا پائیں گے۔ (ثلج الصدور)

اللہ تعالیٰ قادر تھا اور ہے بغیر کسی نبی علیہ السلام اور کتاب کے تمام جہان کو ایک لمحہ میں تمام کو ہدایت دے...... کما قال تعالیٰ:

ولو شاء لهداكم اجمعين اگر چاہے تو تم سب کو ہدایت فرمادے۔ اور فرمایا: ولا شاء الله لجمعهم على الهدىٰ اگر چاہے تو تم سب کو ہدایت پر جمع کردے۔ اس کریم نے دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے اور ہر نعمت میں اپنی حکمت بالغہ سے مختلف حصہ رکھا ہے وہ چاہتا تو انسان وغیرہ جانداروں کو بھوک پیاس نہ لگتی۔ یہ بھوکے ہوتے تو کسی کا صرف اللہ کے نام پاک لینے سے اور کسی کا ہوا سونگھنے سے پیٹ بھر جاتے اور زمین جوتنے سے روٹی پکانے (جو سخت مشقتیں پڑتی ہیں) کسی کو نہ ہوتیں۔ مگر اس نے یوں چاہا اور اس میں بے شمار اختلاف رکھا کسی کو اتنا دیا کہ لاکھوں پیٹ اس کے دروازے سے پلتے ہیں اور کسی پر اہل وعیال کیساتھ تین دن تک فاقے گزرتے ہیں۔ اهم يقسمون رحمة ربك نحن قسمنا بينهم کیا وہ اپنے ربّ کی رحمت کی تقسیم کرتے ہیں، ہم نے ہی ان کے مابین تقسیم فرمائی' کی نیرنگیاں ہیں۔ احمق بد عقل یا اجہل۔

اس کی شان ہے لا يسئل عما يفعل وهم يسئلون وہ جو کچھ کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں اور سب سے سوال ہوگا۔ اس تقریر پر ایک عقلی دلیل حاضر ہے۔

عقلی دلیل...... زید نے روپے کی ہزار اینٹیں خریدیں، پانچ سو مسجد میں لگائیں، پانچ سو پاخانہ کی زمین اور قدمچوں میں کیا اس سے کوئی اُلجھ سکتا ہے کہ ایک ہاتھ کی بنائی ہوئی، ایک مٹی سے بنی ہوئی، ایک آوے سے پکی ہوئی ایک روپے کی مول لی ہوئی ہزار اینٹیں تھیں۔ اُن پانچ سو میں کیا خوبی تھی کہ مسجد میں صرف کیں اور ان میں کیا عیب تھا کہ جائے نجاست میں رکھیں۔ اگر کوئی احمق اس سے پوچھے بھی تو وہ یہی کہے گا کہ میری مِلک تھی میں نے جو چاہا کیا۔

فائدہ...... جب مجازی مِلک کا یہ حال ہے تو حقیقی سچی مِلک کا کیا پوچھنا۔ ہمارا اور ہماری جان و مال اور تمام جہان کا وہ ایک اکیلا پاک نرالا سچا مالک ہے۔ اس کے کام' اس کے احکام میں کسی مجالِ دم زدن کیا معنیٰ؟ کیا کوئی اس کا ہمسر یا اس پر افسر ہے جو اس سے کیوں اور کیا کہے؟ مالک علی الاطلاق ہے۔ بے اشتراک ہے۔ جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کریگا۔ ذلیل فقیر بے حیثیت حقیر اگر بادشاہِ جبار سے اُلجھے تو اس کا سر کھجایا ہے، شامت نے گھیرا ہے، اس سے ہر عاقل یہی کہے گا کہ اَو بدعقل بے ادب اپنی حد پر رہ۔ جب یقیناً معلوم ہے کہ بادشاہ کمالِ عادل اور جمیع کمالِ صفات میں یکتا و کامل ہے تو تجھے اس کے احکام میں دخل دینے کی کیا مجال؟

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش نظامِ مملکتِ خویش خسرواں دانند

قرآنی دلائل

اللہ جل جلالہٗ فرقانِ حکیم میں فرماتا ہے:

☆ وما تشاء ون الا ان یشاء اللّٰہ ربّ العلمین تم کیا چاہو، مگر یہ کہ چاہے اللہ رب سارے جہان کا۔

☆ اور فرماتا ہے: ھل من خالق غیر اللّٰہ کیا کوئی اور بھی کسی چیز کا خالق ہے سوا اللہ کے۔

☆ اور فرماتا ہے: لہ الخیرۃ اختیارِ خاص اُسی کو ہے۔

☆ اور فرماتا ہے: الا لہ الخلق والامر تبٰرک اللّٰہ ربّ العٰلمین سنتے ہو! پیدا کرنا اور حکم دینا خاص اسی کیلئے ہے بڑی برکت والا ہے اللہ، مالک سارے جہان کا۔

فائدہ...... یہ آیاتِ کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ پیدا کرنا، عدم سے وجود میں لانا خاص اُسی کا کام ہے۔ دوسرے کو اس میں اصلاً شرکت نہیں، نیز اصل اختیار اُسی کا ہے، نیز بے اس کی مشیت کے، کسی کی مشیت نہیں ہو سکتی۔

☆ وہی مالک و مولیٰ جل وعلا اُسی قرآن کریم میں فرماتا ہے: ذٰلک جزینٰھم ببغیھم وانا لصٰدقون یہ ہم نے ان کی سرکشی کا بدلہ انہیں دیا اور بے شک بالیقین ہم سچے ہیں۔

☆ اور فرماتا ہے: وما ظلمنھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون ہم نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا، بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

☆ اور فرماتا ہے: اعملوا ما شئتم انہ بما تعملون بصیر جو تمہارا جی چاہے کئے جاؤ اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

☆ اور فرماتا ہے: وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظٰلمین نارا احاط بھم سرادقھا اے نبی! تم فرمادو کہ حق تمہارے ربّ کے پاس سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، بے شک ہم نے ظالموں کیلئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کے سَرا پردے انہیں گھیریں گے۔ ہر طرف آگ ہی آگ ہوگی۔

☆ اور فرماتا ہے...... کافر کا ساتھی شیطان بولا! اے ربّ ہمارے میں نے اسے سرکش نہ کر دیا تھا۔ یہ آپ ہی دُور کی گمراہی میں تھا۔ ربّ جل وعلا نے فرمایا، میرے حضور فضول جھگڑا نہ کرو۔ میں تو تمہیں پہلے ہی سزا کا ڈر سنا چکا تھا۔ میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی اور نہ میں بندوں پر ظلم کروں۔

فائدہ...... یہ آیتیں صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ بندہ خود ہی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ وہ اپنی ہی کرنی بھرتا ہے۔ وہ ایک حرام کا اختیار و ارادہ ضرور رکھتا ہے۔ اب دونوں قسم کی سب آیتیں قطعاً مسلمان کا ایمان ہیں۔ بے شک بے شبہ بندہ کے افعال کا خالق بھی خدا ہی ہے۔ بے شک بندہ بے ارادۂ الٰہیہ کچھ نہیں کر سکتا اور بے شک بندہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنی ہی بداعمالیوں کے سبب مستحق سزا ہے۔

انتباہ...... یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہو سکتیں مگر یوں ہی کہ عقیدۂ اہلسنّت و جماعت پر ایمان لایا جائے۔ وہ کیا ہے؟ وہ جو اہلسنّت کے سردار و مولیٰ، امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے انہیں تعلیم فرمایا۔

سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ ﴿ترجمہ﴾ یعنی ایک دن امیر المؤمنین خطبہ فرمارہے تھے۔ایک شخص نے کہ واقعہ جمل میں امیر المؤمنین کے ساتھ تھے، کھڑے ہو کر عرض کی، یا امیر المؤمنین! ہمیں مسئلہ تقدیر سے خبر دیجئے۔ فرمایا، گہرا دریا ہے، اس میں قدم نہ رکھ۔عرض کی یا امیر المؤمنین! ہمیں خبر دیجئے۔فرمایا، اللہ کا راز ہے، زبردستی اس کا بوجھ نہ اٹھا۔ عرض کی یا امیر المؤمنین! ہمیں خبر دیجئے۔فرمایا اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دو امروں کے درمیان نہ آدمی مجبور محض ہے، نہ اختیار اسے سپرد ہے اور وہ حضور میں حاضر ہے۔مولیٰ علی نے فرمایا میرے سامنے لاؤ، لوگوں نے اسے کھڑا کیا۔جب امیر المؤمنین نے اُسے دیکھا، تیغ مبارک چار اُنگل کے قدر نیام سے نکال لی اور فرمایا کام کی قدرت کا تو خدا کیساتھ مالک ہے؟ یا خدا سے جدا مالک ہے؟ اور سنتا ہے خبردار ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا کہ کافر ہو جائے گا اور میں تیری گردن ماردوں گا۔اس نے کہا یا امیر المؤمنین! پھر میں کیا کہوں؟ فرمایا یوں کہہ کہ اس خدا کے دیئے سے اختیار رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو مجھے اختیار دے، بے اس کی مشیت کے مجھے کچھ اختیار نہیں۔ (حلیۃ الاولیاء ابونعیم)

فائدہ...... یہی عقیدۂ اہلسنّت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے نہ خود مختار بلکہ ان دونوں کے بیچ میں ایک حالت ہے۔ جن کی کُنہ رازِ خدا اور ایک نہایت عمیق دریا ہے۔ اللہ عزّ وجل کی بے شمار رضائیں امیر المؤمنین مولیٰ علی پر نازل ہوں کہ ان دونوں اُلجھنوں کو دو فقروں میں صاف فرمادیا۔ایک صاحب اسی بارے میں سوال کیا کہ کیا معاصی بھی بے ارادۂ الٰہیہ واقع نہیں ہوتے؟ فرمایا تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرلے گا۔ افیعصیٰ قھرا یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو مگر اس نے کرہی لیا تو اس کا ارادہ زبردست پڑا معاذ اللہ خدا بھی دنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہوا کہ وہ ڈاکوؤں، چوروں کا بہتیرا بندوبست کریں پھر بھی ڈاکو اور چور اپنا کام کرہی گزرتے ہیں۔حاشا وہ ملکِ الملکوک بادشاہِ حقیقی، قادرِ مطلق ہرگز ایسا نہیں کہ اس کے ملک میں بے اس کے حکم کے ایک ذرّہ جنبش کرسکے۔وہ صاحب کہتے ہیں کہ فکانما القمنی حجرا مولیٰ علی نے یہ جواب دے کر گویا میرے منہ میں پتھر رکھ دیا کہ آگے کچھ کہتے بن ہی نہ پڑا۔

حکایت...... عمرو بن عبید معتزلی کہ بندے کے افعال خدا کے ارادہ سے نہ جانتا تھا۔خود کہتا ہے کہ مجھے کسی نے ایسا الزام نہ دیا جیسا ایک مجوسی نے دیا جو میرے ساتھ جہاز میں تھا۔میں نے کہا تو مسلمان کیوں نہیں ہوتا؟ کہا خدا نہیں چاہتا۔میں نے کہا خدا تو چاہتا ہے مگر شیطان تجھے نہیں چھوڑتا کہا تو میں شریکِ غالب کے ساتھ ہوں۔

فائدہ...... اسی ناپاک شناعت کے ردّ کی طرف مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارہ فرمایا کہ وہ نہ چاہے تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرلے گا؟

ازالۂ وہم...... اس مجوسی کا عذر وہ بعینہٖ ایسا ہے کہ کوئی بھوکا ہے بھوک سے دم نکلا جاتا ہے۔ کھانا سامنے رکھا ہے اور نہیں کھاتا کہ خدا کا ارادہ نہیں، اس کا ارادہ ہوتا تو میں ضرور کھالیتا۔ اس احمق سے یہی کہا جائے گا کہ خدا کا ارادہ نہ ہونا تو نے کا ہے سے جانا؟ اسی سے کہ تو نہیں کھاتا۔ تو کھانے کا قصد تو کر۔ دیکھ تو ارادۂ الٰہیہ سے کھانا ہو جائے گا۔ ایسی اوندھی مَت اُسی کو آتی ہے جس پر موت سوار ہے۔ غرض مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تو اس کا فیصلہ فرمایا کہ جو کچھ ہوتا ہے بے ارادۂ الٰہیہ نہیں ہوسکتا۔

سوال...... جب سب کچھ ارادۂ الٰہیہ سے ہوتا ہے تو پھر سزا و جزا کیوں؟

جواب...... اس سوال کا جواب مدینۃ العلم سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا۔ چنانچہ مروی ہے کہ

﴿ترجمہ﴾ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی کہ یہاں ایک شخص مشیت میں گفتگو کرتا ہے۔ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا اے خدا کے بندے! خدا نے تجھے اسلئے پیدا کیا جس لئے اُس نے چاہا یا اُسلئے جس لئے تو نے چاہا۔ کہا جس لئے اُس نے چاہا۔ فرمایا تجھے جب وہ چاہے بیمار کرتا ہے یا جب تو چاہے؟ کہا بلکہ جب وہ چاہے۔ فرمایا تجھے اس وقت وفات دے گا جب وہ چاہے؟ یا جب تو چاہے؟ کہا جب وہ چاہے۔ فرمایا تو تجھے وہاں بھیجے گا جہاں وہ چاہے یا جہاں تو چاہے؟ کہا جہاں وہ چاہے۔ فرمایا خدا کی قسم تو اس کے سوا کچھ اور کہتا تو یہ جس میں تیری آنکھیں ہیں یعنی تیرا سر تلوار سے مار دیتا۔ پھر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی 'اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے وہ تقویٰ کا مستحق اور گناہ عفو فرمانے والا ہے۔ (ابن ابی حاتم واصبہانی، ثلج الصدور، ص ۴۱)

فائدہ...... خلاصہ یہ کہ جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے گا، بناتے وقت تجھ سے مشورہ نہ لیا تھا۔ بھیجتے وقت بھی نہ لے گا، تمام عالم اس کی ملک ہے اور مالک سے دربارۂ مِلک سوال نہیں کرسکتا۔

حکایت عبرت آموز

مروی ہے کہ کسی نے آکر امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے عرض کی، یا امیر المؤمنین مجھے مسئلہ تقدیر سے خبر دیجئے۔ فرمایا تاریک راستہ ہے اس میں نہ چل ۔عرض کی یا امیر المؤمنین مجھے خبر دیجئے۔فرمایا گہرا سمندر ہے اس میں قدم نہ رکھ۔ عرض کی یا امیر المؤمنین مجھے خبر دیجئے۔فرمایا اللہ کا راز ہے تجھ پر پوشیدہ ہے اسے نہ کھول۔عرض کی یا امیر المؤمنین مجھے خبر دیجئے۔ فرمایا اللہ نے تجھے جیسا اُس نے چاہا بنایا؟ یا جیسا تو نے چاہا؟ عرض کی جیسا اُس نے چاہا۔فرمایا تو تجھ سے کام ویسا لے گا جیسا وہ چاہے یا جیسا تو چاہے؟ عرض کی جیسا وہ چاہے۔فرمایا تجھے قیامت کے دن جس طرح وہ چاہے اُٹھائیگا یا جس طرح تو چاہے؟ کہا جس طرح وہ چاہے۔فرمایا اے سائل تو کہتا ہے کہ نہ طاقت ہے نہ قوت ہے مگر کس کی ذات سے؟ کہا اللہ علی عظیم کی ذات سے؟ فرمایا تو اس کی تفسیر جانتا ہے؟ عرض کی امیر المؤمنین کو جو علم اللہ نے دیا ہے اس سے مجھے تعلیم فرمائیں۔فرمایا اس کی تفسیر یہ ہے کہ نہ طاعت کی طاقت، نہ معصیت کی قوت، دونوں اللہ ہی کے دیئے سے ہیں۔ پھر فرمایا اے سائل تجھے خدا کے ساتھ اپنے کام کا اختیار ہے۔ یا بے خدا کے؟ اگر تو کہے کہ بے خدا کے تجھے اختیار حاصل ہے تو تو نے ارادۂ الٰہیہ کی کچھ حاجت نہ رکھی، جو چاہے خود اپنے ارادے سے کرلے گا، خدا چاہے یا نہ چاہے اور یہ سمجھے کہ خدا سے اوپر تجھے اختیار حاصل ہے تو تو نے اللہ کے ارادے میں اپنے شریک ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر فرمایا اے سائل بے شک اللہ زخم پہونچاتا ہے اور اللہ ہی دوا دیتا ہے تو اسی سے مرض ہے اور اسی سے دوا، کیوں تو نے اب تو اللہ کا حکم سمجھ لیا؟ اس نے عرض کی ہاں! حاضرین سے فرمایا اب تمہارا یہ بھائی مسلمان ہوا، کھڑے ہو اس سے مصافحہ کرو۔پھر فرمایا اگر میرے پاس کوئی شخص ہو جو انسان کو اپنے افعال کا خالق جانتا اور تقدیر الٰہی سے وقوعِ طاقت و معصیت کا انکار کرتا ہو تو میں اس کی گردن پکڑ کر دبوچتا رہونگا، یہاں تک کہ الگ کاٹ دوں اس لئے کہ وہ اس اُمت کے یہودی و نصرانی و مجوسی ہیں۔ (ابن عساکر)

فائدہ...... یہودی اس لئے فرمایا کہ ان پر خدا کا غضب ہے اور یہود مغضوب علیہم ہیں اور نصرانی و مجوسی اسلئے فرمایا کہ نصاریٰ تین خدا مانتے ہیں، مجودی یزدان اہرمن دو خالق مانتے ہیں۔ یہ بے شمار خالقوں پر ایمان لا رہے ہیں کہ ہر جن و انس کو اپنے اپنے افعال کا خالق گا رہے ہیں۔ والعیاذ باللہ رب العٰلمین

یہ اس مسئلہ میں اجمالی کلام ہے مگر ان شاءَ اللہ تعالیٰ کافی و وافی و صافی و شافی جس سے ہدایت والے ہدایت پائیں گے اور ہدایت اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ وللّٰہ الحمد واللہ سبحٰنہ و تعالیٰ اعلم (ثلج الصدور، امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ)

امام ابو حنیفہ اور مذہب قدریہ کے عالم مکالمہ

اسحاق بن ابراہیم حنظلی (سمرقند کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے) نے فرمایا کہ ہم سمرقند سے چند دوستوں کے ساتھ کوفہ آ گئے۔ ہمارے ساتھ ایک قدریہ عقیدہ کا آدمی بھی تھا۔ ہم نے کوفہ پہنچ کر اس سے پوچھا تمہاری گفتگو کس سے کرائی جائے؟ اس نے امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا نام لیا۔ ہم آپ کی مجلس میں پہنچے تو آپ سائلوں کے ایک انبوہ میں گھرے ہوئے تھے اور آپ اپنے شاگردان عزیز کو کچھ لکھوا بھی رہے تھے۔ ہم بھی آگے بڑھے اور عرض کی حضور ہم سمرقند سے آئے ہیں اور ہمارے ساتھ ایک ایسا ساتھی ہے جو قدریہ عقیدہ رکھتا ہے اگر آپ اس کو گفتگو کا موقع دیں تو شاید اس کی اصلاح ہو جائے۔ ہم نے دل میں کہا قدری لوگ بحث کو بڑا طویل لیجاتے ہیں۔ آپ اسے اتنا وقت کس طرح دیں گے اور جو کام کر رہے ہیں اسے کس طرح چھوڑ دینگے لیکن ہوا یہ کہ آپ نے قدری سے ایک سوال کیا، اس نے اس کا فوراً جواب دیا۔ آپ نے پھر سوال کیا مگر وہ تھوڑی دیر سوچنے لگا اور سوچ کر جواب دیا۔ آپ نے ایک اور سوال کیا وہ قدری سر کو تھام کر سوچنے لگا اور ماتھے پر آئے ہوئے پسینے کو پونچھنے لگا اور حیران تھا کہ کیا جواب دے آ کر کہنے لگا میں اللہ سے بخشش کی استدعا کرتا ہوں اور اپنے عقائد سے توبہ کرتا ہوں۔ اے ابوحنیفہ! اللہ تعالیٰ آپ کو خزانہ خیر دے۔ آپ نے دو سوالوں میں میری دنیا بدل دی، میں تو جہنم کے کنارے پر کھڑا تھا آپ نے مجھے بچا لیا۔

(مناقب امام اعظم ترجمہ مناقب الموفق، ص ۱۴۲)

فائدہ...... امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایسے سوالات کے نقد جوابات کی تفصیل فقیر کے رسالہ امام ابوحنیفہ کی حاضر جوابی یا فقیر کے دو ترجمے مناقب الموفق ترجمہ اردو مناقب امام اعظم اور مناقب الکردری ترجمہ اردو مقاماتِ امام اعظم کا مطالعہ کریں۔

حکایت لقمان حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ نے بیٹے سے فرمایا کہ جو امر ناگوار پیش آئے اس کیلئے عقیدہ رکھنا کہ اس میں منجانب اللہ بھلائی ہوگی۔ بیٹے نے کہا اس کا مشاہدہ ضروری ہے۔ حضرت لقمان نے کہا اس کا جواب پیغمبر علیہ السلام دیں گے ان کے پاس چلتے ہیں۔ دونوں پیغمبر علیہ السلام کے پاس چل پڑے۔ سارا دن گھوڑے پر سوار ہو کر چلتے رہے راستہ میں گرمی سخت تھی' گھوڑا مر گیا، زادِ راہ بھی ختم ہو گیا اب بجائے سواری کے پیدل چل پڑے۔ دُور سے لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہر سے دُھواں نکلتا دیکھا اور شہر کے آثار نظر آئے تو تیز قدم اُٹھائے تاکہ جلد پہنچ جائیں لیکن اچانک صاحبزادے کے پاؤں میں ایسا پتھر چبھ گیا کہ چلنے سے عاجز ہو گیا بلکہ زخم سے خون جاری ہو گیا اور بیہوشی سے گر پڑا۔ حضرت لقمان نے پاؤں سے پتھر نکالا اور عمامہ پھاڑ کر زخم پر باندھا۔ دیکھ کر بے ساختہ آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور صاحبزادے کے چہرے پر آنسو گرے تو صاحبزادے نے آنکھ کھول کر عرض کی، مجھے تو صبر کی وصیت فرماتے ہیں اور خود رو رہے ہیں اور فرماتے تھے کہ ہر دُکھ اور تکلیف میں خیر و بھلائی ہوتی ہے۔ اب آپ نے دیکھ لیا ہمیں کون سی بھلائی ملی۔ زادِ راہ ختم ہو گیا اور یہاں وِیرانے میں ہم دونوں حیران و سرگرداں ہیں اگر مجھے اکیلا چھوڑ کر جاتے ہو تو میرا غم آپکو ہمیشہ ستاتا رہیگا اگر بیٹھتے ہو تو ہم دونوں یہاں سسک سسک کر مر جائینگے۔ حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بیٹے! میرا رونا صرف شفقتِ پدری سے ہے اگر میں تجھ پر تمام دنیا فدا کروں بلکہ اپنی جان بھی دے دوں تو بھی روا ہے کیونکہ شفقت پدری کا تقاضا یہی ہے۔ باقی رہا تیرا سوال کہ اس میں ہماری کون سی خیر و بھلائی ہے تو وہ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ ممکن ہے کہ جس مصیبت میں ہم مبتلا ہوئے ہیں اس سے بڑھ کر ہمیں مبتلا ہونا لکھا ہو گا جس سے آسان بلا میں مبتلا ہوئے۔ ممکن ہے اس سے زائد مصیبت کے ہم حامل نہیں ہو سکتے۔ یہی بات ہو رہی تھی کہ حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اس سے قبل جو ہمیں دُور سے شہر کے آثار نظر آئے اور وہاں سے دھواں نکلتا محسوس ہوا وہ کہاں گیا۔ اِدھر اُدھر دیکھا کچھ نظر نہ آیا۔ اندریں اثنا اچانک ایک نوجوان گھوڑے پر سوار سامنے سے گزرا اور فرمایا آپ ہی لقمان ہے؟ آپ نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا، آپ ہی حکیم ہیں؟ کہا ہاں۔ اس نے کہا آپ کا بیٹا نا سمجھ ہے جو کچھ کہتا ہے غلط ہے اسے یقین نہیں آرہا کہ انسان پر جو مصیبت آتی ہے اس میں اس کی بھلائی ہوتی ہے یا بڑی مصیبت سے اسے بچا کر آسان مصیبت میں مبتلا کیا جاتا ہے تمہارے لئے یہ آسان مصیبت ہے کیونکہ اگر تم شہر تک اس سے قبل پہنچ جاتے تو دوسروں کی طرح تم بھی زمین میں دھنس جاتے۔ یہ سن کر حضرت لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹے سے مخاطب ہوئے اور فرمایا بیٹے! دیکھ اور سن لیا۔ بہر حال جو کچھ ہوتا ہے وہ ہمارے لئے خیر و بھلائی ہوتی ہے۔ پھر دونوں چل دیئے۔

فائدہ...... سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شام کو سوتے وقت مجھے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کل کیا ہوگا۔ بھلائی برائی جو بھی ہوگی اس میں میری بھلائی ہوگی۔ کیونکہ ہمیں کیا خبر کہ بھلائی کس امر میں ہے۔ (روح البیان۔ پارہ ۲۱ لقمان)

حکایت

جالینوس حکیم نے ایک ایسی پڑیا تیار کی جو چلتے پانی پر ڈالی جاتی تو بہتا پانی ٹھہر جاتا لیکن جب اس کی وفات کا وقت قریب ہوا تو اسہال جاری ہوگئے۔شاگرد نے عرض کی جناب کی پڑیاں کہاں گئی جو بہتے پانی کو چلنے نہ دیتی تھی۔ جالینوس نے وہی پڑیا اس کے سامنے بہتے پانی میں ڈالی تو چلتا پانی ٹھہر گیا۔شاگرد نے حیران ہوکر عرض کی تو پھر یہ پڑیا خود کیوں نہیں کھاتے تاکہ آپ کے اسہال بند ہوجائیں۔فرمایا بہت کچھ کھایا لیکن جب تقدیر آتی ہے تو تدبیر اندھی ہوجاتی ہے۔

درسِ عبرت...... انسان تدبیر میں کمی تو نہ کرے کہ اس سے ثواب ملے گا لیکن کام کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے اسی میں سکون قلبی ہے اور اسی میں قرار واطمینان۔ ورنہ پریشانی کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔تدبیر ودعا وغیرہ میں کمی نہ کرے اجر وثواب بھی ہوگا ممکن ہے کام ہو بھی جائے ورنہ کام نہ ہونے پر تقدیر کے سامنے سرِ تسلیم خم کرے کہ اس میں ہزاروں بھلائیاں ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿ترجمہ﴾ شاید کہ تم کو بری لگے ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں اور شاید تم کو بھلی لگے ایک چیز اور وہ بری ہو تمہارے حق میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

جیسا کہ حضرت لقمان حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ میں بھی گزرا ہے۔

ہُد ہُد کا بیان

جب سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کا ڈنکا بجا تو سب پرندے اطاعت میں حاضر ہوئے اور سلیمان علیہ السلام کو انہوں نے اپنا محرم راز اور زبان داں پایا تو ہر گروہ دل و جان سے حاضر دربار ہوگیا سب پرندوں نے اپنی چوں چوں کرنی چھوڑ دی اور سلیمان علیہ السلام کی محبت میں بنی آدم سے زیادہ فصیح بولنے لگے سب پرندے اپنی اپنی حکمت و دانائی بیان کرتے تھے مگر یہ خودستائی کچھ شیخی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اپنی غفلت کا اظہار تھا کہ سلیمان علیہ السلام کو ہدایت و تعلیم پھیلانے میں مدد ملے۔ ہوتے ہوتے ہُد ہُد کی باری آئی اس نے کہا کہ اے بادشاہ ایک ہنر جو سب سے ادنیٰ ہے عرض کرنا چاہتا ہوں کیونکہ مختصر بات ہی مفید ہوتی ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ وہ کون سا ہنر ہے۔ ہدہد نے کہا جب میں بلندی پر اُترتا ہوں تو پانی کنوئیاں میں بھی ہو تو دیکھ لیتا ہوں۔ اس تفصیل کے ساتھ کہ یہ کہاں ہے کس گہرائی میں ہے اور اس کا رنگ کیا ہے یہ بھی کہ وہ پانی زمین سے اُبل رہا ہے یا پتھر سے برس رہا ہے۔ اے سلیمان علیہ السلام تو اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ مجھ ایسے واقف کار کو رکھ لیں حضرت نے کہا کہ بے آب و گیا اور خطرناک ریگستانوں میں تو ہمارے ساتھ رہا کر تو ہماری ہمراہی بھی کرے اور پیش روی بھی تاکہ ہمارے لئے پانی کا کھوج لگاتا رہے۔

جب کوّے نے سنا کہ ہدہد کو یہ منصب عطا ہوگیا تو اسے حسد ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہدہد نے بالکل غلط بات کہی ہے اور گستاخی کی ہے یہ خلافِ ادب ہے کہ بادشاہ کے حضور میں ایسا جھوٹا دعویٰ کیا جائے جس کا پورا ہونا ممکن نہ ہو اگر ہمیشہ اس کی نظر اتنی تیز ہوتی تو مٹھی بھر خاک میں چھپا ہوا پھندہ کیوں نہ دیکھ سکا جال میں کیوں پھنستا اور پنجرے میں کیوں گرفتار ہوتا۔ سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ کیوں اے ہدہد! کیا یہ سچ ہے کہ تو میرے آگے دعویٰ کرتا ہے اور وہ بھی جھوٹا؟ ہدہد نے کہا کہ خدا کے واسطے اے بادشاہ! مجھ بے نوا فقیر کے خلاف دشمن کی لگائی بجھائی میں مت آئیں۔ اگر میرا دعویٰ غلط ہے تو یہ سر حاضر ہے ابھی گردن اُڑا دیں۔ رہی موت اور خدا کے حکم سے گرفتاری تو اس کا علاج میرے تو کیا کسی کے پاس بھی نہیں ہے اگر خدا کی مشیت میری عقل کی روشنی کو نہ بجھائے تو میں ضرور اُڑتے اُڑتے پھندے اور جال کو دیکھ لوں لیکن جب حکم الٰہی ہوتا ہے تو عقل سو جاتی ہے چاند سیاہ ہو جاتا ہے اور آفتاب گہن میں آجاتا ہے۔ اے سلیمان علیہ السلام میری عقل اور بینائی میں یہ قوت نہیں ہے کہ خدائی حکم کا مقابلہ کر سکوں۔ (مثنوی شریف)

شرح...... غنی کائنات یعنی آقائے شش جہات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کو دیکھ کر فقراء و سائلین آپ کے در پر پڑے ہوئے ہیں۔ کریم کے دروازے پر فقراء و سائلین کا کیمپ لگا ہوا ہے اب اس کیمپ کا ختم ہونا ناممکن ہے خواہ قیامت ہی آجائے بلکہ حشر میں تو اسی کیمپ میں کہیں اور بڑھ کر رونق اور اضافہ ہوگا کہ کُل جہاں سائل بھکاری بن کر ہمارے اس کیمپ میں آجائے گا۔ جیسا کہ احادیثِ شفاعت میں فقیر نے متعدد مقامات پر اسی شرح حدائق میں لکھا ہے۔

گدھ اور چیل کا مناظرہ

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک گدھ چیل کے سامنے بولا کہ مجھ سے زیادہ دُور بین کوئی نہیں ہوگا۔ چیل بولی کہ اتنی زیادہ شیخی اچھی نہیں ہوتی۔ آج جنگل کے اطراف میں تجھے کیا نظر آتا ہے۔ ایک دن کے فاصلہ سے گدھ نے اوپر سے نیچے نظر دوڑائی اور چیل سے بولا کہ اگر تجھے یقین آجائے تو میں نے دیکھا ہے کہ گیہوں کا ایک دانہ زمین پر پڑا ہے۔ چیل کو تعجب کی وجہ سے یقین نہ آیا۔ انہوں نے سر اونچائی سے نشیب کی طرف کر دیا۔ جب گدھ دانہ کے قریب پہنچا اس پر لمبی قید چمٹ گئی۔ وہ شکاری کے بچھائے ہوئے پھندے میں بری طرح پھنس گیا وہ یہ نہ سمجھا کہ اس دانے کے کھانے سے زمانہ اس کی گردن میں جال ڈال دے گا۔ ہر سیپی موتی سے حاملہ نہیں بنتی ہے۔ نہ ہر بار چالاک نشانہ پر مار سکتا ہے۔ چیل نے جب گدھ کو جال میں پھنسے دیکھا تو گدھ سے بولی اس دانہ کے دیکھنے سے کیا فائدہ جب تجھے دشمن کے جال کی بینائی نہ تھی۔ اسکے جواب میں چیل نے کہا اور اس کی گردن پھنسی تھی۔ تقدیر سے بچاؤ مفید نہیں ہے (باوجود بچاؤ کے مقدر کا لکھا پیش کر رہا ہے) موت نے جب اس کا خون بہانے کیلئے ہاتھ نکال لیا تو تقدیر نے اس کی باریک بینی بند کر دی۔ جس پانی کا کنارہ موجود نہ ہو اس میں تیراک کا غرور کام نہیں آتا ہے۔

سوالات و جوابات

سوال......اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ترجمہ﴾ بیشک وہ جن کی قسمت میں کفر ہے انہیں برابر ہے چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے والے نہیں اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مُہر کردی اور ان کی آنکھوں پر گھٹاٹوپ ہے اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمادیا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے پھر انہیں سزا وعذاب کا کیا معنیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی تبلیغ کیلئے کیوں بھیجا وغیرہ وغیرہ۔

جواب-١ ...... تفصیل گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے یہ اس کے علم کی وسعت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے آنے والے حالات کی خبر دی ہے کہ وہ اپنی قدرت واختیار سے کفر وگمراہی کریں گے نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں کفر وگمراہی پر مجبور کرے گا تو ایسا ہوگا۔

جواب-٢ ...... انسان میں پیدائشی طور ایمان وکفر کی استعداد پائی جاتی ہے بلکہ فطرۃً ایمان و اسلام پر ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے یعنی انسان فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنائیں یا نصرانی یا مجوسی۔ حضرت امام اسماعیل حقی حنفی نے تفسیر روح البیان میں فرمایا، باوجودیہ کہ ان میں ایمان وکفر قبول کرنے کی بہتر استعداد پائی جاتی تھی اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے اُن کے ذرات کو الست بربکم کے خطاب سے مخاطب فرمایا تو ان سب نے بلیٰ کہا پھر ان ذرات کو ان کے قلوب میں امانۃً رکھا پھر قلوب کو اجسام میں اور اجسام کو دنیا میں، گویا ذرات کو تین اندھیروں میں بند کیا گیا۔ پھر دل کا دریچہ عالمِ غیب کی طرف واسطے ذرات کے کھلا رہتا ہے جو کہ امانت رکھے ہوئے ہیں جنہوں نے اللہ کے خطاب کو سنا اور کمالِ حق کا مشاہدہ کیا۔

سوال......آیت میں سواء علیھم کے بجائے سواء علیک کیوں نہ فرمایا۔ جیسا کہ بت پرستوں کیلئے فرمایا سواء علیھم ادعوتموھم ام انتم صامتون پکارو یا چپ رہو تمہارے لئے برابر ہے۔

جواب......حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے انذار اور اعلام برابر نہیں تھا بلکہ آپ کو انذار کا ثواب ملتا تھا اگرچہ کفار ایمان نہ بھی لائیں بخلاف عبدۃ الاصنام کے کہ ان کیلئے دونوں امر برابر تھے۔ اس کی نظیر امر بالمعروف ونھی عن المنکر ہے کہ آمر کو تو ثواب حاصل ہوگا خواہ مامور اس پر عمل بھی نہ کرے۔ گویا یہ لوگ ہود علیہ السلام کی قوم کی طرح تھے کہ انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو کہا: ہمیں نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لئے برابر ہے۔' اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے سواء علیھم......الخ اور یوم قیامت انہیں کہا جائیگا اصلوھا فاصبروا اولا تصبروا سواء علیھم انما یجزون ما کنتم تعملون دوزخ میں داخل ہو کر پھر صبر کرو یا پکڑو تمہارے لئے برابر ہو، بے شک تم کردار کی سزا پاؤ گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے قول (جو کہ وہ یوم قیامت میں کہتے ہوں گے) سے خبر دیتا ہے یعنی ہمارے لئے نصیحت وترکِ نصیحت دونوں برابر ہیں۔

فائدہ......چونکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انذار وتبلیغ پر ثواب ہی ملتا تھا اسی لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انذار وتبلیغ میں بہت زیادہ جدو جہد فرماتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شاید تم ان کے پیچھے اپنی جان پر کھیل جاؤ گے۔ اس غم میں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے۔' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف احکام پہونچانے کا فرمایا چنانچہ قرآن مجید میں ہے: اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔ (پ۱۸۔ سورۂ نور: ۵۴) تبلیغ سے مقصد صرف اجر ہے چنانچہ فرمایا: اور میں تم سے اس پر کچھ اُجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا ربّ ہے۔ (کنزالایمان۔ پ۱۹۔ سورۂ شعراء)

خلاصہ یہ کہ اللہ خوب جانتا ہے اور آج سے نہیں ازل الآزال سے کہ اتنے بندے ہدایت پائیں گے اور اتنے چاہِ ضلالت میں ڈوبیں گے مگر کبھی اپنے رسولوں کو ہدایت سے منع نہیں فرماتا کہ جو ہدایت پانے والے ہیں اُن کیلئے سببِ ہدایت ہوں اور جو نہ پائیں گے اُن پر حجتِ الٰہی قائم ہو۔

مروی ہے جب سیّدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مولیٰ عزّ وجل نے رسول کر کے فرعون کی طرف بھیجا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام چلے تو ندا ہوئی مگر اے موسیٰ! فرعون ایمان نہ لائے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے دل میں کہا پھر میرے جانے سے کیا فائدہ ہے؟ اس پر بارہ علماء ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کہا، اے موسیٰ! آپ کو جہاں کا حکم ہے جائیے یہ وہ راز ہے کہ باوصف کوشش آج تک ہم پر بھی نہ کھلا۔

اور آخر نفع بعثت سب نے دیکھ لیا کہ دشمنانِ خدا ہلاک ہوئے دوستانِ خدا نے ان کی غلامی ان کے عذاب سے نجات پائی ایک جلسے میں ستر ہزار ساحر سجدہ میں گر گئے اور ایک زبان بولے: آمنا برب العالمین رب موسیٰ وھٰرون ہم اس پر ایمان لائے جو ربّ ہے سارے جہان کا اور موسیٰ وہارون کا۔ (علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علمِ غیب

چونکہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مظہر حق تعالیٰ ہیں اسی لئے بعض کام ایسے کرتے ہیں جو دوسروں کے نزدیک خلافِ اولیٰ ہوتے لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کام کیا لوگوں کے اولیٰ سے ہزاروں درجہ بھی اولیٰ ہوتا ہے اس کی ہزاروں مثالیں قرآن و احادیثِ مبارکہ میں موجود ہیں۔ فقیر یہاں موسیٰ علیہ السلام جیسی ایک مثالِ قرآن پیش کرتا ہے۔ (وہوالموفق)

رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبی کا واقعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی سلول نے اپنے مرض الموت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو استغفار اور نمازِ جنازہ کی درخواست کی اور جب وہ مرجائے تو اُس کی قبر پر تشریف لاکر اپنی قمیص مبارک عنایت فرمائیں تاکہ اس قمیص میں اسے کفنایا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آپ اس پلید کو اپنی پاک اور مبارک قمیص کیوں عنایت فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا، میری قمیص تو اسے عذابِ الٰہی سے نہیں بچائیگی۔ البتہ اس سے ہزاروں کو دولتِ اسلام نصیب ہوگی۔ (روح البیان، ج ص ۹۳۲ مطبوعہ قدیم تحت آیت ولا تصل علیٰ احدالخ)

فائدہ...... اس سے وہابیہ کے دو اعتراض دفع ہوگئے۔ پہلا یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) علم ہوتا کہ وہ بے ایمان ہے تو اسے قمیص کیوں دیتے۔ دوسرا یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قمیص متبرک تھا تو منافق کو کیوں فائدہ نہ دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں کے جواب دے دیئے۔ یہی نہیں بلکہ آنے والے حالات بتلا دیئے کہ قمیص دینا مبنی برحکمت ہے۔ اوّل تو قمیص سے نفع کی قوت سلب کرلی گئی ہے، دوسرے اس سے ہزاروں بدقسمتوں کو دولتِ ایمان نصیب ہوگی۔

وہ منافقین جو ابی بن سلول کے ساتھ ہر وقت رہتے تھے اور اسے جانتے تھے کہ یہ نبی علیہ السلام کا اندرونی طور پر سخت دشمن ہے پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے موت کے وقت تبرک کے طور پر قمیص اور دعائے مغفرت کی درخواست کر رہا ہے اور اُمید رکھ رہا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قمیص اور ان کی دعا عذابِ الٰہی سے بچائیں گے اور رحمتِ الٰہی کا سبب بنیں گے اس لئے خزرج کے ہزاروں لوگ مسلمان ہوگئے۔

وہابیہ دیوبندیہ کے ایک سوال کا جواب

وہابی دیوبندی چیخ چیخ کر عوام کو کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ملبوسات و متعلقات و متبرکات سے کوئی فائدہ ہوتا تو عبداللہ بن ابی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قمیص نے کیوں فائدہ نہ بخشا۔ اس کا جواب سینکڑوں سال پہلے صاحبِ روح البیان نے لکھا کہ ﴿ترجمہ﴾ آپ نے اپنی قمیص کا اسے فائدہ نہ دینے کا اسلئے فرمایا کہ اس کے اندر نجات کی اساس یعنی دولتِ ایمان ہی نہیں تھی اور ایسی بابرکت چیزوں کا اثر تو اس وقت ہوتا ہے جو محل بھی اثر پذیر ہو۔ (پ۱۰، روح البیان، ج۱ص۹۳۲ تحت آیت ولاتصل علی احد الخ)

اس کی مزید تفصیل فقیر کی تفسیر فیوض الرحمٰن ترجمہ روح البیان پ۱۰ میں پڑھیے۔

توضیح المقصد ...... اس واقعہ میں واضح ہے کہ باوجود یہ کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یقین تھا کہ عبداللہ ابی ابن سلول منافق کی نمازِ جنازہ سے اس کی بخشش نہ ہوگی لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ پڑھادی اور اسے پیراہن مبارک بھی پہنادیا بلکہ لعاب دہن بھی اس کے منہ میں ڈالا۔ بظاہر یہ جملہ امور لوگوں کی نظر میں نامناسب تھیں لیکن حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ اس کے بہتر نتیجہ پر تھی یعنی بیشمار کفار کا اسلام قبول کرنا۔ یہ وہی بات ہوئی جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمائی کہ تمہارا کام ہے فرعون کو میرا پیغام پہونچانا۔

سوال......

وکل شئٍ فعلوہ فی الزبر وکل صغیر وکبیر مستطر (قمر:۵۲-۵۳)

اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ سب نوشتوں میں موجود ہے اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھا ہوا ہے۔

جواب...... اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ نوشتوں میں موجود تھا انہوں نے وہی کیا بلکہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ پہلے سے موجود تھا اور ہر چھوٹا اور ہر بڑا کام لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے یعنی علم معلوم کے تابع ہے، معلوم علم کے تابع نہیں ہے۔

حضرت امام قرطبی لکھتے ہیں، یعنی ان سے پہلی اُمتوں نے جو کچھ اچھے اور برے کام کئے تھے وہ سب لکھے ہوئے تھے، زُبر سے مراد لوح محفوظ ہے یعنی انسانوں نے جو کچھ اپنے قصد اور اختیار سے کیا ہے وہ سب پہلے سے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کراماً کاتبین نے ان کے کاموں کو اعمال نامے میں لکھ کر محفوظ کیا ہوا ہے اور انسان کا ہر گناہ چھوٹا ہو یا بڑا وہ اس کے کرنے سے پہلے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا علم سابق اور علم ازلی ہے اور اسی کو تقدیر کہتے ہیں۔

سوال...... جب انسان کا جنتی جہنمی ہونا پہلے سے نوشتہ ہے پھر سزاء و جزا کیوں؟

جواب...... تقدیر سے بحث کرنے والوں کا سب سے بڑا سوال یہی ہے اس کے جوابات مختلف انداز میں فقیر نے عرض کئے ہیں اب سطحی طور کلموا الناس علیٰ قدر عقولھم کے پیش نظر آسان طریقہ عرض کرتا ہے لیکن یہ بھی نہ بھولئے کہ ہم بار بار عرض کر رہے ہیں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پہلے لکھ دیا ہے ہم اس کے تابع نہیں اور نہ ہی اس کے مطابق کام کر رہے ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ جو کچھ ہمیں اپنے اختیار اور ارادہ سے کرنا تھا، اس کا پہلے اللہ تعالیٰ کو علم تھا فلاں بندہ ایسے ایسے کرے گا یہ علم معلوم سے اس طرح متعلق ہوگا جیسے ہمارا علم ہمارے معلوم سے ہوتا ہے۔ اسے چند مثالوں سے سمجھیں۔

علم معلوم کے تابع

یہ قاعدہ صرف آپ کیلئے ہے اور یہ چند مثالیں محض افہام وتفہیم کے طور ہے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کے علم کو اس سے مشابہ بنانا نہیں۔

فائدہ...... ہم ایک ماہ پہلے ہوائی جہاز میں اپنی سیٹ کراچی (باب المدینہ) سے جدہ کیلئے بک کرا لیتے ہیں۔ہمیں ایک ماہ پہلے علم ہوتا ہے کہ فلاں دن اتنے بجے ہوائی جہاز کراچی (باب المدینہ) سے اُڑے گا اور اسی دن اتنے بجے جدہ پہنچے گا اور ہم نے اپنے اس پروگرام کو اپنی ڈائری میں لکھ کر محفوظ کرلیا۔اب واقعہ یہ نہیں ہے کہ چونکہ ہم کو پہلے علم تھا اور ہم نے اپنی ڈائری میں لکھ دیا تھا کہ فلاں دن جہاز اتنے بجے کراچی (باب المدینہ) سے پرواز کر کے اتنے بجے جدہ پہنچے گا اسی لئے ہمارے علم اور ہماری ڈائری کے تابع ہوکر جہاز پرواز کر رہا ہے اور اس مقرر وقت میں کراچی (باب المدینہ) سے جدہ پہنچ رہا ہے بلکہ جہاز تو اپنے پروگرام کے مطابق پرواز کر رہا ہے،ہمیں اس کے پروگرام کا پہلے علم ہو گیا اس معنی پر ہمارا علم جہاز کے پروگرام کے تابع ہے جہاز کا پروگرام ہمارے علم کے تابع نہیں ہے۔

نتیجہ...... جہاز کے پروگرام پہ جانا نہ جانا ہمارے ارادہ واختیار میں ہے اگر ہم اپنے ارادہ واختیار سے جہاز کے وقت پہونچیں گے تو اس سے ہمارا فائدہ ہے نہ جائیں گے تو ہمارا نقصان ہے۔ بلاتشبیہ بلاتمثیل سمجھئے کہ جیسے ہم جہاز کے پروگرام کے تابع ہیں یونہی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کا پروگرام پہلے (ازل) میں بنادیا اس کے پروگرام کے خیر وشیر کو جانتے ہیں تو جو شخص اس کے پروگرام کے مطابق اپنے ارادہٗ اختیار سے عمل کریں گے تو اس کی جزا پائیں گے اگر خلاف کریں گے تو اس کی سزا ملے گی۔

انتباہ...... یہ مثال صرف سمجھانے کیلئے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس ہے اس کے معلوم کے ہم تابع ہیں لیکن جبر واکراہ سے نہیں اپنے ارادہٗ اختیار سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ؎

در کوئے نیک نامی مارا گذر ندادند گر تو نمی پسندی تعبیر کن قضارا

مجھے نیک نامی کے کوچہ میں گذرنے ہی نہیں دیتے
اگر تجھے ناپسند ہے تو تو اپنی تقدیر کو بدل دے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ روزانہ لاتعداد مخلوق کو پیدا فرما رہا ہے اگر اس کو ان میں سے ہر ایک کے متعلق یہ علم نہ ہو کہ کس چیز میں کیا صلاحیت اور استعداد ہے، وہ دنیا میں کیا کریگی اور کتنی مدت تک باقی رہے گی اور اس نظام کائنات میں اس کا کیا نظم ونسق ہے تو اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) اس لاعلمی کے ساتھ اس عظیم کائنات کا یہ ہمہ گیر نظام کیا ایک دن بھی جاری رکھ سکتا ہے؟ جب ایک کاریگر اپنے ہنر کی کارکردگی سے بے خبر نہیں ہوتا تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس پوری کائنات کا خالق اپنی مخلوق کے حال اور مستقبل سے لاعلم ہو اور اس کو کسی شخص کے نیک اور بد افعال کا اسی وقت علم ہو جب وہ ان افعال کو انجام دے چکے، اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے اس کو ازل میں اس بات کا علم تھا کہ جس وقت جو انسان پیدا ہوگا وہ اپنے اختیار اور ارادہ سے کیا کام کرے گا، انسان کو جزاء اور سزا اس کے ارادے اور اختیار کی وجہ سے ملتی ہے انسان اگر نیکی کو اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ نیکی کو پیدا کردیتا ہے اور بدی کو اختیار کرے تو بدی کو اور ازل میں جو اللہ تعالیٰ کو انسان کے ارادہ اور اختیار کا علم تھا اس علم سے انسان کے اختیار اور آزادی عمل کی نفی ہوتی ہے نہ ان پر جزاء اور سزا کے استحقاق کی نفی ہوتی ہے۔

خاتمہ

روح البیان میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری تقدیر پر بندہ سر تسلیم ختم کردے۔ اگر جزع فزع کرے گا تو میری تقدیر نہ بدلے گی لیکن بندے کا اپنا نقصان ہوگا۔ اسی لئے انسان کو ربّ تعالیٰ کی ہر تقدیر پر خوش ہونا لازم ہے۔

ہاں تدبیر اور دعا وغیرہ کو بھی عمل میں لائے کہ اس میں اجر وثواب بھی ہے اور ممکن ہے کہ تقدیر ٹل بھی جائے ورنہ فارسی مقولہ کے مطابق 'تدبیر کند بندہ تدبیر زند خندہ' بندہ تدبیر کرتا ہے تو تقدیر ہنستی ہے کہ بندہ کیا کر رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ کچھ اور ہے۔

اسی لئے اس شعر کے مطابق ہونا چاہئے ؎

اريد و مالک تريد هجری و اريد هجرک ما تريد

اس کا خلاصہ فقیر اویسی غفرلہٗ نے عرض کیا ہے ؎

تو کجھ چاہندیں میں کجھ چاہند   میں او چاہندا جو تو چاہندیں

تو کچھ چاہتا ہے میں کچھ چاہتا ہوں میں وہی چاہتا ہوں جو تو چاہتا ہے۔

فقیر ذیل میں بہارِ شریعت شریف سے عقائد ومسائل عرض کرتا ہے تاکہ ہر بندۂ خدا کو اسی طور زندگی بسر کرنے کا موقع نصیب ہو۔

تقدیر کے متعلق عقائد و مسائل

﴿عقیدہ﴾

☆ ہر برائی و بھلائی اس نے اپنے علم ازلی کے موافق مقدر فرمادیا ہے جیسا ہونے والا تھا اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ دیا جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اس نے لکھ دیا۔

زید کے ذِمہ برائی لکھی اس لئے کہ زید برائی کرنے والا تھا اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا وہ اُس کیلئے بھلائی لکھتا تو اُس کے علم یا اُس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کردیا۔ تقدیر کے انکار کرنے والوں کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اُمت کا مجوس بتایا۔

☆ تقدیر تین قسم ہے: (۱) مبرم حقیقی کہ علم الٰہی میں کسی شے پر معلق نہیں۔ (۲) معلق محض کہ صحفِ ملائکہ میں کسی شے پر اُس کا معلق ہونا ظاہر فرمادیا گیا ہے۔ (۳) معلق شبیہ بہ مبرم کہ صحف ملائکہ میں اُس کی تعلیق مذکور نہیں اور علم الٰہی میں تعلق ہے۔

☆ مبرم حقیقی کی تبدیلی ناممکن ہے اکابر محبوبانِ خدا اگر اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انہیں اس خیال سے واپس فرمادیا جاتا ہے مثلاً ملائکہ قومِ لوط پر عذاب لے کر آئے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کافروں کے بارے میں اتنے ساعی ہوئے کہ اپنے ربّ سے جھگڑنے لگے۔ ربّ فرماتا ہے: ﴿ترجمہ﴾ ہم سے جھگڑنے لگا قوم لوط کے بارے میں۔

انتباہ...... قرآن مجید نے اُن بے دینوں کا ردّ فرمایا جو محبوبانِ خدا کو بارگاہِ عزت میں کوئی عزت و وجاہت نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ اس کے حضور کوئی دم نہیں مار سکتا حالانکہ اُن کا ربّ عزّ وجل اُن کی وجاہت اپنی بارگاہ میں ظاہر فرمانے کو خود ان لفظوں سے ذکر فرماتا ہے کہ ہم سے جھگڑنے لگا قوم لوط کے بارے میں۔

حدیث...... (نیز) شبِ معراج حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک آواز سنی کہ کوئی شخص اللہ عزّ وجل کے ساتھ بہت تیزی اور بلند آواز سے گفتگو کر رہا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ عرض کی موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ فرمایا کیا اپنے ربّ پر تیز ہو کر گفتگو کر رہے ہیں۔ عرض کی اُن کا ربّ جانتا ہے کہ اُن کے مزاج میں تیزی ہے۔ جب آیۂ کریمہ ولسوف يعطيك ربك فترضى نازل ہوئی کہ بیشک عنقریب تمہیں تمہارا ربّ اتنا عطا فرمائیگا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ حضور سیّد المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اذا لا ارضى و واحد من امتى فى النار ایسا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک اُمتی بھی آگ میں ہو۔ یہ تو شانیں بہت رفیع ہیں جن پر رفعت عزت و جاہت ختم ہے۔ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم، مسلمان ماں باپ کا کچہ بچہ جو حمل سے گر جاتا ہے اُس کیلئے حدیث میں فرمایا کہ روزِ قیامت اللہ عزّ وجل سے اپنے ماں باپ کی بخشش کیلئے ایسا جھگڑیگا جیسا قرض خواہ کسی قرض دار سے یہاں تک کہ فرمایا جائیگا ایها السقط المراغم ربه اے کچے بچے اپنے ربّ سے جھگڑنے والے اپنے ماں باپ کا ہاتھ پکڑ لے اور جنت میں چلا جا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا مگر ایمان والوں کیلئے بہت نافع اور شیاطین الانس کی خباثت کا دافع تھا کہ خلاصہ یہ کہ قوم لوط پر عذاب قضائے مبرم حقیقی تھا خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس میں جھگڑے تو انہیں ارشاد ہوا يا ابراهيم اعرض عن هذا انهم ايتهم عذاب غير مردود اے ابراہیم اس خیال میں نہ پڑو بے شک اُن پر وہ عذاب آنے والا ہے جو پھرنے کا نہیں۔

تقدیر ٹالنا

ظاہر قضائے معلق تک اکثر اولیاء کی رسائی ہوتی ہے اُن کی دعا سے اُن کی ہمت سے ٹل جاتی ہے اور وہ جو متوسط حالت میں ہے جسے صحفِ ملائکہ کے اعتبار سے مبرم بھی کہہ سکتے ہیں اُس تک خواص اکابر کی رسائی ہوتی ہے حضور سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اسی کو فرماتے ہیں' میں قضائے مبرم کو رڈ کردیتا ہوں اور اسی کی نسبت حدیث میں ارشاد ہوا **ان الدعاء یرد القضاء بعد ما ابرم**

﴿مسئلہ﴾

☆ قدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے ان میں زیادہ غور و فکر کرنا سببِ ہلاکت ہے۔ صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گا ماوشا کس گنتی میں۔ اتنا سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو مثل پتھر اور دیگر جمادات کے بے حس و حرکت نہیں پیدا کیا بلکہ اُس کو ایک نوع اختیار دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی عقل بھی دی ہے کہ بھلے برے نفع نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اسباب مہیا کردیئے ہیں کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے اس قسم کے سامان مہیا ہوجاتے ہیں اور اسی بناء پر اس پر مواخذہ ہوتا ہے اپنے آپ کو مجبور یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہیں۔

☆ برا کام کرکے تقدیر کی طرف منسوب کرنا اور مشیتِ الٰہی کے حوالہ کرنا بہت بری بات ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے اسے منجانب اللہ کہے اور جو برائی سرزد ہو اس کو شامتِ نفس تصور کرے۔ (بہارشریعت شریف)

آخری گذارش

فقیر نے حسبِ استطاعت تقدیر کے متعلق تحقیق و تفصیل عرض کردی ہے خدا کرے اہل اسلام کو اس سے فائدہ حاصل ہو اور فقیر اور ناشر کیلئے موجبِ بخشش ہو۔ آمین

بجاہ حبیبہ الکریم الامین صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین

فقط والسلام

فقیر القادری ابوالصالح

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۱۴ شعبان ۱۴۲۳ھ

شب سوموار مبارک بعد صلوٰۃ المغرب